نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹیں

علی اصغر چوہدری

297.63 Ali Asghar Ch.
Nabi-e-Akram Ki Muskarahatain. —
Lahore : Sang-e-Meel Publications, 1998.
165p.
1. Islam. 2. Serat-e-Nabi.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگِ میل پبلی کیشنز / مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورت حال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

1998
نیاز احمد نے
سنگِ میل پبلی کیشنز
سے شائع کی۔
قیمت =/۱۲۰ روپے

سنگِ میل پبلی کیشنز
چوک اُردو بازار، لاہور فون: 7667970
شو رُوم: 25 - شاہراہِ پاکستان (لوئر مال) لاہور
PHONES : 7220100 - 7228143 FAX : 7245101
Email lhr01660 @ paknet1.ptc pk
http://www.sang-e-meel.com

کمبائن پرنٹرز، لاہور

ISBN - 969 - 35 - 0534 - 4

فہرست

۱۔ آغاز کلام
۲۔ قرآن مجید اور سیرت پاک ۱۱
آپ شفیق و مہربان ہیں
ناگوار باتوں پر آپؐ کو صبر کی تلقین
آپؐ صبر کرتے جائیں
لوگوں کے جھٹلانے پر آپؐ کا رنج
لوگوں کے ایمان نہ لانے پر آپؐ کا رنج
آپؐ کی ذات میں ایمان والوں کیلئے بہترین نمونہ ہے۔
آپ اخلاق کے بہت بلند مرتبے پر فائز ہیں
اخلاق نبیؐ اور احادیث مبارکہ
۳۔ شمائل ترمذی کی روایات ۱۹
حضورؐ کی گفتگو کیسی ہوتی تھی
۴۔ حضورؐ کے ہنسنے کا بیان ۲۱
۵۔ خندہ و تبسم کے چند واقعات ۲۲
ابھی تو میرے بہت سے گناہ باقی ہیں
جزیرؓ کا واقعہ
دوزخ سے نکلنے والا آخری آدمی
حضرت علیؓ کی سواری
غزدۂ خندق کے دن حضورؐ کا ہنسنا
حضرت عثمانؓ کا تبسّم
حضرت علیؓ کا فیصلہ
میاں بیوی کے لیے اجر و ثواب
جنت میں جانے والا آخری آدمی
۶۔ حضورؐ کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں ۳۴
۷۔ حضورؐ کے خندہ۔ تبسم اور مزاح کے واقعات ۳۶
حضرت سفینہؓ کی عقیدت
حضرت سلمیٰؓ کی ڈھال
حضرت سلمہؓ کی بہادری
حضرت کعبؓ کے اشعار
حضرت زید انصاریؓ کا کان
میرا خون تمہارا خون ہے
حضرت معاذؓ کو دعا سکھانا
حضرت ابولبابہؓ کی توبہ

Marfat.com

حضرت خزیمہؓ کا بوسہ
مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر
وفد بنی ثقیف کا بُت
فضالہ کا ارادہ
حضرت عباسؓ بن مرداس کا قول
تم بڑے مکّار ہو
حُنین کی پہرہ داری
استغفار کو اختیار کیا
زور آزمائی کا دعوے
حواریِ رسول کا جوشِ غضب
میری ماں باپ تم پر قربان
حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا تبسّم
اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں
بنو نجّار کی لڑکیاں
حضورؐ کی مجالس کا رنگ
حضرت اُسیدؓ نے جست لگائی
ہم نے خود بخود اسلام قبول کیا
انہیں دیکھ کر حضورؐ تبسم ہو جایا کرتے تھے
لڑکے کے کانوں نے ٹھیک سنا
خنجر کیا کروگی
تمہاری چڑیا کو کیا ہوا
یہ بد دُعا نہیں ہے
سمندری جہاد
مشرک کی بدحواسی
اگر اسامہ لڑکی ہوتے
قیافہ شناس کی بات
مزاح کی برداشت
تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے
حضرت عکرمہؓ کا عظیم مرتبہ
دوست سے ملاقات
مہمان نوازی
۸۔ آپؐ کا مزاح مبارک ۹۰
ابوتراب
دشمنوں کی ایذا رسانی
ایک حدیث شریف
اونٹنی کا گوشت
میں تو ناکارہ ہوں
جنّت میں کھیتی
بوڑھی عورت اور جنت
نابینا اور جنّت
میں ہی سب سے زیادہ غریب ہوں
۹۔ حضورؐ کا اندازِ تکلّم ۱۰۰

Marfat.com

۱۰۔ دلچسپ کہانی
۱۱۔ ابن سعدؓ کا بیان
۱۲۔ تبسّم اور خندہ کے مزید واقعات ۱۱۱
تم کو کیسے بچالیا
اور پیالہ ٹوٹ گیا
گوشت کا قیمہ
آخری نظارہ
دجّال کی ضیافت
کھجور کی گٹھلیاں
مجھے تو بُت نے فائدہ دیا
اونٹ کا بچّہ
انوکھا غلام
پسندیدہ اشعار
آؤ دوڑ لگائیں
میں اندر آجاؤں
ماموں کی بہن
عجیب دُعا
آنکھوں میں سفیدی
لطیف مزاح
بھوک کی شدّت
اونٹ واپس کردو
۱۳۔ مُسرّت کے لمحات ۱۲۵
الٰہی صاحب جمال کردے
پیشانی چُوم
کچھ دو
قرأت کی شان
ابھی جا رہا ہوں
منافق کی نماز جنازہ
بڑھاپے میں جوانی کی آب و تاب
الٰہی ہدایت فرما
سُنہ سُنہ
سچّی زبان والا
سعادت مند خوبرو نوجوان
۱۴۔ مُسرّت کی لمحانیاں ۱۳۵
خیبر کی فتح
بڑی سردار
پسندیدہ اشعار
قصیدہ بُردہ
سفارشی تحریر
دعوت کا اہتمام
لڑائی کا انداز
کھجوروں کا تحفہ

Marfat.com

الٰہی اسے صاحب جمال کر دے

۱۵۔ آپؐ کا گریہ ۱۴۴

آپؐ روتے ہیں؟

موتہ کے شہید

بیمار دوست

ہار

پیاری بیٹی

پیاری بیٹی

پیاری بیٹی

شفیق چچی

مظلوم خاتون

ایک صحرا نشین صحابیہ

نضر بن حارث کی بیٹی

حلیمہؓ کی بیٹی

صدیق اکبرؓ

لاڈلا شہزادہ

پیارے دوست کی دائمی جدائی

رئیس الدوس

میزبان رسول

شہید احد

حبیب سے شوق

گواہی دینے کے لیے حاضر کریں گے

Marfat.com

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغاز کلام

حضرت عبداللہؓ بن حارث کا بیان ہے کہ :۔

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا" اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ یہ مسکراہٹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنجیدگی کو خشونت سے بچاتی تھی۔ اور صحابہ کرامؓ کے لیے وجۂ جاذبیت ہوتی تھی۔

آپؐ کی گفتگو میں ہمیشہ تبسّم کی چمک ہوتی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر آپ کا روئے انور ہی مسکراہٹوں سے آراستہ رہتا تھا۔ لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں ہوتے تو کیا رنگ رہتا ؟۔ آپ نے فرمایا

"سب سے زیادہ نرم خو ر متبسّم اور خندہ جبیں"۔ خندہ روئی آپؐ کی صفت تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عظیم کارنامے سرانجام دینے والی شخصیت کے لیے یہ ایک لازمی صفت ہے کہ وہ فرائضِ حیات کے بوجھ کو تبسّم سے گوارا بنا دے۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے۔

"تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکراتے ہوئے آنا بھی کارِ خیر ہے"

اگر آپؐ خود ہمیشہ سنجیدہ ہی رہتے۔ تو صحابہ کرامؓ آپؐ سے علم حاصل نہ

کر سکتے تھے۔ کیونکہ آپؐ کے رعب و جلال اور وقار و تمکنت کی وجہ سے آپؐ سے استفسار کرنا ان کے لیے ممکن نہ رہتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ کی خندہ رُوئی اور شگفتگی نے ان کو سوال کرنے کا حوصلہ بخشا۔ حتیٰ کہ عورتیں اور بچّے بھی آپ سے گفتگو کرتے ہوئے گھبراتے نہ تھے۔

آپؐ اس بے تکلفانہ انداز مزاح سے پیش آتے تھے کہ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں آپؐ کی محبت رچ بس گئی تھی۔ آپ اکثر ہنسی دل لگی کی باتیں کرتے اور مجلس میں شگفتگی کی فضا پیدا کر دیتے تھے۔ مگر ان باتوں میں توازن و اعتدال ہوتا۔ اس میں نہ کوئی خلاف حق بات ہوتی۔ نہ طنز کا رنگ ہوتا بس غنچوں کا سا تبسّم ہوتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار تعجّب سے پوچھا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ہم سے مذاق کر لیتے ہیں"

آپؐ نے فرمایا "ہاں۔ لیکن میں خلاف حق کوئی بات نہیں کہتا"

بعض لوگوں کو اس رنگ مزاح کا حال سن کر تعجّب ہوتا ہے۔ کیونکہ فی زمانہ خدا پرستوں کے چہروں پر سنجیدگی کی تہ جمی رہتی ہے اور ہنسنا مسکرانا تو گویا ان کے لیے ممنوع بلکہ حرام ہے۔ حالانکہ ——

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ علیہ وسلم کے رفقاء بھی ہنسا کرتے تھے ——"

انہوں نے فرمایا "ہاں۔ ہنستے تھے۔ اور ان کے دلوں میں پہاڑوں سے زیادہ بڑا ایمان تھا"

اس سے معلوم ہوا کہ ہنسی دل لگی ایمان کی ضد نہیں ہے بلکہ مجلس میں

تبسّم یا خندہ کی عطر پاشی اسے بہت زیادہ جاذب موثر اور مفید بنا دیتی ہے ہاں قہقہے نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائے ہیں نہ ان کے صحابہ کرامؓ نے کیونکہ یہ مستحسن نہیں ہیں۔ بلکہ دل کو مردہ کرتے ہیں۔

ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسّم اور خندہ کے واقعات کے بعد آپ کے گریہ کے چند واقعات بھی درج کیے ہیں تاکہ آپ کی نرم مزاجی رحم دلی اور محبت وشفقت کا بھی اندازہ ہو سکے۔ کیونکہ آپ کی ان تمام صفات میں ہمارے لیے دعوت فکر وعمل ہے۔

اللہ پاک آپؐ کے طفیل ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں۔

ہمیں یہ اعتراف کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ہم نے اس کتاب کی ترتیب میں زیادہ تر استفادہ محترم جناب طالب الہاشمی صاحب کی ان کتابوں سے کیا ہے جو انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت پر لکھی ہیں۔ اللہ پاک انہیں جزائے خیر سے نوازیں۔

احقر

علی اصغر چودھری

ارائیں ہاؤس
ٹنڈو آدم
۱۹ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ
۱۰ جولائی ۱۹۹۳ء

مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنگدل اور سفّاک انسان دوسروں کی تکلیف اور مصیبت پر تو قہقہے لگاتا ہے مگر کسی کا دل موہ لینے کے لیے مسکرا دینا اسے گوارا نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے لیے مہربان شفیق اور نرم دل شخص دوسروں کی تکلیف پر اپنے دل میں دکھ کی ٹیس محسوس کرتا ہے۔ اور خوشی کے موقع پر نہ صرف اپنی خوشی پر مسکراتا ہے بلکہ دوسروں کی خوشی پر بھی اس کے لبوں پر تبسم ہوتا ہے وہ دوسروں کی دلجوئی اور ان سے ہمدردی کرنے کے لیے بھی مسکراتا ہے۔ دونوں طرح کا کردار رکھنے والے آدمی ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور زندگی میں ہر کسی کو اس قسم کے کرداروں سے واسطہ پڑتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمتہ للعالمین ہیں آپؐ سے بڑھ کر کوئی شفیق اور مہربان روئے زمین پر کبھی چلتا پھرتا نظر نہیں آیا۔ قرآن مجید نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ آپؐ مومنوں کے لیے بے حد شفیق اور مہربان ہیں اس شہادت کے بعد اب کسی دوسری شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ذیل میں ہم پہلے قرآن مجید کی وہ آیات درج کرتے ہیں جن میں آپؐ کی رحمت محبت اور شفقت کا ذکر ہے اس کے بعد ایسے واقعات کا ذکر کریں گے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹوں کا تذکرہ ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید اور سیرت پاک

آپؐ شفیق و مہربان ہیں :

دیکھو۔ تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود
تم ہی میں سے ہے۔
تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے
تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے
ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے

(التوبۃ ۱۲۸)

ناگوار باتوں پر آپؐ کو صبر کی تلقین :

تو اے پیغمبرؐ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اُن چیزوں میں سے
کسی چیز کو چھوڑ دو جو تمہاری طرف وحی کی جا رہی ہیں۔
اور اس بات پر دل تنگ ہو کہ وُہ کہیں گے
"اس شخص پر کوئی خزانہ کیوں نہ اُتارا گیا"
یا یہ کہ "اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا"
تم تو محض خبر دار کرنے والے ہو
آگے ہر چیز کا حوالہ دار اللہ ہے۔

(ھُود ۱۲)

اس ارشاد کا مطلب سمجھنے کے لیے ان حالات کو پیش نظر رکھنا چاہیے جن میں یہ فرمایا گیا ہے۔ مکہ ایک قبیلے کا صدر مقام ہے جو تمام عرب پر اپنے مذہبی اقتدار۔ اپنی دولت وتجارت اور اپنے سیاسی دبدبے کی وجہ سے چھایا ہوا ہے عین اس حالت میں جب کہ یہ لوگ اپنے انتہائی عروج پر ہیں اس بستی کا ایک آدمی اُٹھتا ہے اور علی الاعلان کہتا ہے کہ جس مذہب کے تم پیشوا ہو وہ سراسر گمراہی ہے جس نظام تمدّن کے تم سردار ہو وہ اپنی جڑ تک گلا اور سڑا ہوا نظام ہے خدا کا عذاب تم پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تُلا کھڑا ہے اور تمہارے لیے اس سے بچنے کی اور کوئی صورت اس کے سوا نہیں ہے کہ اس دین حق اور اس نظام صالح کو قبول کر لو۔ جو میں خدا کی طرف سے تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس شخص کے ساتھ اس کی پاک سیرت اور اس کی معقول باتوں کے سوا کوئی ایسی غیر معمولی چیز نہیں ہے جس سے عام لوگ اسے مامور من اللہ سمجھیں۔ اور گرد وپیش کے حالات میں بھی مذہب واخلاق اور تمدّن کی گہری بنیادی خرابیوں کے سوا کوئی ایسی ظاہری علامت نہیں ہے جو نزول عذاب کی نشاندہی کرتی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس تمام نمایاں علامتیں یہی ظاہر کر رہی ہیں کہ ان لوگوں پر خدا (اور ان کے عقیدے کے مطابق) دیوتاؤں کا بڑا فضل ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں ٹھیک ہی کر رہے ہیں ایسے حالات میں یہ بات کہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے اور اس کے سوا کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔ کہ چند نہایت صحیح الدماغ اور حقیقت رس لوگوں کے سوا بستی کے سب لوگ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کوئی ظلم وستم سے اس کو دبانا چاہتا ہے کوئی چھوٹے الزامات اور اُوچھے اعتراضات سے اس کی ہوا اکھاڑنے کی کوشش کرتا ہے کوئی متعصبانہ بے رخی سے اس کی

ہمّت شکنی کرتا ہے اور کوئی مذاق اڑا کر۔ آوازے اور پھبتیاں کس کر۔ اور ٹھٹھے لگا کر اس کی باتوں کو ہوا میں اڑا دینا چاہتا ہے۔ یہ استقبال جو کئی سال تک اس شخص کی دعوت کا ہوتا رہتا ہے جیسا کچھ دل شکن اور مایوس کن ہو سکتا ہے ظاہر ہے بس یہی صورت حال ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی ہمت بندھانے کے لیے تلقین فرماتا ہے۔ کہ اچھے حالات میں پھول جانا اور بُرے حالات میں مایوس ہو جانا چھچھورے لوگوں کا کام ہے ہماری نگاہ میں قیمتی انسان وہ ہے جو نیک ہو اور نیکی کے راستے پر صبر و ثبات اور پامردی کے ساتھ چلنے والا ہو لہٰذا جس تعصّب سے۔ جس بے رُخی سے۔ جس تضحیک و استہزاء سے اور جن جاہلانہ اعتراضات سے تمہارا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ اُن کی وجہ سے تمہارے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آنے پائے۔ جو صداقت تم پر بذریعہ وحی منکشف کی گئی ہے اس کے اظہار و اعلان میں اور اس کی طرف دعوت میں تمھیں قطعاً کوئی باک نہ ہو تمہارے دل میں اس خیال کا کبھی گزر تک نہ ہو کہ فلاں بات کیسے کہوں جبکہ لوگ سنتے ہی اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں اور فلاں حقیقت کا اظہار کیسے کروں جبکہ کوئی اس کے سننے تک کا روادار نہیں ہے کوئی مانے یا نہ مانے تم جسے حق پاتے ہو۔ بے کم وکاست اور بے خوف بیان کیے جاؤ آگے سب معاملات اللہ کے حوالے ہیں۔

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۲۷/۳۲۸)

آپؐ صبر کرتے جائیں:

اور اے نبیؐ۔ تم اس ہدایت کی پیروی کیے جاؤ جو تمہاری طرف بذریعہ وحی بھیجی جا رہی ہے اور صبر کرو یہاں تک

کہ اللہ فیصلہ کردے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (یونس ۱۰۹)

لوگوں کے جھٹلانے پر آپؐ کا رنج :

اے محمدؐ ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کاؒ انکار کر رہے ہیں تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں مگر اس تکذیب پر اور اُن اذیتوں پر جو انہیں پہنچائی گئیں۔ انہوں نے صبر

ؒ : واقعہ یہ ہے کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی آیات سنانی شروع نہ کی تھیں آپؐ کی قوم کے سب لوگ آپؐ کو امین اور صادق سمجھتے تھے۔ اور آپؐ کی راستبازی پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ انہوں نے آپؐ کو جھٹلایا اس وقت جب کہ آپؐ نے اللہ کی طرف پیغام پہنچانا شروع کیا اور اس دوسرے دور میں بھی ان کے اندر کوئی ایسا شخص نہ تھا۔ جو شخصی حیثیت سے آپؐ کو جھوٹا قرار دینے کی جُرأت کر سکتا ہو۔ آپؐ کے کسی سخت سے سخت مخالف نے بھی کبھی آپؐ پر یہ الزام نہیں لگایا کہ آپؐ دنیا کے کسی معاملے میں جھوٹ بولنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے جتنی آپؐ کی تکذیب کی وہ محض نبی ہونے کی حیثیت سے کی۔ آپؐ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل تھا اور حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ اس نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

"ہم آپؐ کو جھوٹا تو نہیں کہتے۔ مگر جو کچھ آپؐ پیش کر رہے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

کیا یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچ گئی اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا۔ اس کی خبریں تمھیں پہنچ ہی چکی ہیں۔ تاہم اگر ان لوگوں کی بے رخی تم سے برداشت نہیں ہوتی تو اگر تم میں کچھ زور ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈو یا آسمان میں سیڑھی لگاؤ اور ان کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو اگر اللہ چاہتا۔ تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا۔ لہذا نادان مت بنو۔ دعوت حق پر لبّیک وہی لوگ کہتے ہیں جو سننے والے ہیں۔ رہے مُردے تو انہیں تو اللہ بس قبروں ہی سے اُٹھائے گا۔ اور پھر وہ (اس کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے) واپس لائے جائیں گے۔ (الانعام ۳۳ - ۳۶)

ہیں اُسے جھوٹ قرار دیتے ہیں"

جنگ بدر کے موقع پر اخنس بن شُریق نے تخصیہ میں ابوجہل سے پوچھا۔ کہ یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی تیسرا موجود نہیں ہے سچ بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تم جھوٹا سمجھتے ہو یا سچّا" اس نے جواب دیا خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک سچّا آدمی ہے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ مگر جب سقایت اور حجابت اور نبوت سب کچھ بنی قصیٰ ہی کے حصّہ میں آجائے تو بتاؤ باقی قریش کے پاس کیا رہ گیا۔" اسی بنا پر یہاں اللہ تعالی اپنے نبی کو تسلّی دے رہا ہے کہ تکذیب دراصل تمہاری نہیں بلکہ ہماری کی جا رہی ہے اور جب ہم تحمّل و بُردباری کے ساتھ اسے برداشت کیے جا رہے ہیں اور ڈھیل پر ڈھیل دیئے جاتے ہیں تو تم کیوں مضطرب ہوتے ہو۔ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۳۴ - ۵۳۵)

Marfat.com

لوگوں کے ایمان نہ لانے پر آپؐ کا رنج ؛

اے محمدؐ۔ شاید تم اس غم میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر سکتے ہیں کہ ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔ (الشعرآء ۴-۳)

آپؐ کی ذات میں ایمان والوں کے لیے بہترین نمونہ ہے :

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ تھا ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو۔ اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔ (الاحزاب ۲۱)

لہ : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کا ذکر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ کہف میں فرمایا۔

" شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دو گے اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے "

اور سورہ فاطر میں ارشاد ہوا ہے۔

" ان لوگوں کی حالت پر رنج و افسوس میں تمہاری جان نہ گھلے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں اپنی قوم کی گمراہی و ضلالت اس کی اخلاقی پستی۔ اس کی ہٹ دھرمی اور اصلاح کی ہر کوشش کے مقابلے میں اس کی مزاحمت کا رنگ دیکھ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شب و روز کس دل گداز اور جان گسل کیفیت میں گزارتے رہے ہیں۔

آپؐ اخلاق کے بہت بلند رُتبے پر فائز ہیں :

اور بے شک تم اخلاق کے بڑے رتبے پر فائز ہو

(القلم - ۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کے جواب میں فرمایا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق قرآن ہے۔ یعنی آپؐ مجسّم قرآن ہیں قرآن مجید جو کچھ ارشاد فرماتا ہے آپؐ اس کی عملی تفسیر ہیں۔

اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث مبارکہ :

ذیل میں ہم ان احادیث مبارکہ کو درج کرتے ہیں جن سے آپ کے اندازِ گفتگو کا پتہ چلتا ہے تاکہ ہمارے موضوع کی کچھ تشریح ہو سکے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اکثر بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوتی تھی وہ جو کچھ لسانِ رسالت سے سُنا کرتے تھے اس کو لکھ لیا کرتے تھے۔ بعض اصحاب نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رضا کی حالت میں بولتے ہیں اور کبھی غضب کی حالت میں تم سب کچھ لکھ ڈالتے ہو—؟ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ کیا — کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لیں۔ آپ کوئی بات نہ لکھیں گے پھر جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ؒ لکھو۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے

Marfat.com

اس مُنہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔"

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

"قیامت کے دن مجھ کو سب سے زیادہ عزیز اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ خوش اخلاق ہیں۔

۳۔ حضرت ابوالدرداء عویمر انصاری رضی اللہ عنہ کو اتّباع سنت کا بڑا اہتمام تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا اسی طرح کرنے کی کوشش کرتے تھے ۔۔ لوگوں سے ہمیشہ مسکرا کر بات کرتے۔ ان کی اہلیہ ہر بات پر تبسّم کو وقار کے منافی سمجھتی تھیں ایک دن کہا۔

"آپ ہر بات پر مُسکراتے ہیں کہیں لوگ مذاق نہ اڑائیں"

فرمایا

"میں نے خود رسول اللہ علیہ وسلم کو مسکرا کر بات کرتے ہوئے دیکھا ہے"

۴۔ حضرت ابوحُمیدؓ السّاعدی انصاری رضی اللہ عنہ اکثر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور فیضان نبوی سے خوب بہرہ یاب ہوتے لیکن روایت حدیث میں بہت محتاط تھے۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا کہ جب تم کسی سے میری کوئی حدیث سنو۔ تو یہ دیکھو کہ تمہارا دل کیا گواہی دیتا ہے اگر دل بول اُٹھے۔ نفس نرم ہو جائے۔ اور عقل صحیح سمجھے۔ تو میرا کلام ہونے میں شک نہیں اور اگر دل میں کراہت پیدا ہو۔ طبیعت متنفّر ہو اور بعید از قیاس معلوم ہو تو میرا قول ہرگز نہیں ہے۔

(مسند احمد)

Marfat.com

شمائل ترمذی کی روایات[1]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کیسی ہوتی تھی :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح سے لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا۔ پاس بیٹھنے والے اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیتے تھے۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو مجمل یا جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی کچھ سمجھ میں آئے کچھ نہ آئے۔ بلکہ اِس اطمینان کی واضح گفتگو ہوتی تھی کہ مخاطبین اچھی طرح سمجھ جاتے تھے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (بعض مرتبہ) کلام کو (حسب ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپؐ کے سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔

یعنی یہ کہ اگر مضمون مشکل ہوتا۔ تو غور و تدبّر کے لیے یا مجمع زیادہ ہوتا تو تینوں جانب متوجہ ہو کر تین مرتبہ مضمون بیان فرماتے۔ تاکہ حاضرین اچھی طرح محفوظ کر لیں۔ تین مرتبہ غایت اکثر یہ ہے ورنہ دو مرتبہ کافی ہو جاتا تو دو مرتبہ فرماتے۔

۳۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ہالہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اکثر بیان فرماتے تھے

---

[1] از صفحہ ۲۰۹ - ۲۲۵)

Marfat.com

عرض کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (آخرت کے) غم میں متواتر مشغول رہتے۔ (ذات وصفات باری تعالیٰ یا امّت کی بہبود کے) ہر وقت سوچ میں رہتے تھے۔ ان امور کی وجہ سے کسی وقت آپؐ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی۔ (یا یہ کہ امور دنیویہ کے ساتھ آپ کو راحت نہ ملتی تھی۔ بلکہ دینی امور سے آپ کو راحت اور چین ملتا تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے) اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپؐ کی تمام گفتگو ابتدا سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی تھی۔ (یہ نہیں کہ نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات زبان سے کہی اور آدھی متکلّم کے ذہن میں رہی جیسا کہ موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے) جامع الفاظ کے ساتھ (جن کے الفاظ تھوڑے ہوں اور معانی بہت ہوں) کلام فرماتے تھے۔ (چنانچہ ملّا علی قاریؒ نے ایسی چالیس حدیثیں اپنی شرح میں جمع کی ہیں جو نہایت مختصر ہیں) آپؐ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا۔ نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں نہ کوتاہیاں کہ مطلب پوری طرح واضح ہو۔ آپؐ نہ سخت مزاج تھے۔ نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے۔ اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے۔ اس کی مذمّت نہ فرماتے تھے البتّہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے تھے نہ زیادہ تعریف (مذمت نہ فرمانا تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی نعمت ہے۔ زیادہ تعریف نہ فرمانا اس لیے تھا کہ اس سے حرص کا شبہ ہوتا ہے البتّہ اظہار رغبت یا کسی کی دلداری کی وجہ سے کبھی کبھی خاص خاص چیزوں کی تعریف بھی

Marfat.com

فرمائی ہے) دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپؐ کو کبھی غصّہ نہ آتا تھا۔ (البتہ آپ کو ان کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی اس لیے کسی دنیاوی نقصان پر آپ کو غصّہ نہ آتا تھا ــــ) البتّہ کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کے غصّے کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا۔ اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ اس کا انتقام نہ لے لیں۔ اپنی ذات کے لیے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے۔ نہ اس کا انتقام لیتے تھے۔ جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پُورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (اس کی وجہ بعض علماء نے یہ بتائی ہے کہ انگلیوں سے اشارہ تو تواضع کے خلاف ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف انگلی سے توحید کی طرف اشارہ فرمانے کی تھی۔ اس لیے غیر اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے) جب کسی پر تعجّب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے تھے۔ اور جب بات کرتے تو اس کو ملا لیتے (کبھی گفتگو کے ساتھ ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے۔) اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصّہ پر مارتے ــــ اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے مُنہ پھیر لیتے۔ اور بے توجّہی فرماتے۔ یا درگزر فرماتے۔ اور جب خوش ہوتے ــــ تو حیا کی وجہ سے آنکھیں گویا بند فرما لیتے۔ آپؐ کی ہنسی اکثر متبسّم ہوتی تھی۔ اس وقت آپ کے دندان مبارک اولے کی طرف چمک دار اور سفید ظاہر ہوتے تھے ــــ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں۔ اور آپؐ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا۔ جب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا۔ تو دل میں سوچتا کہ آپؐ سُرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ اس وقت سُرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔

بلکہ طبعاً آپ کی آنکھیں سُرمگیں تھیں

۲۔ عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسّم کرنے والا نہیں دیکھا۔

اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ اس سے پہلے باب کی آخیر حدیث (جو گذشتہ صفحے پر درج کر چکے ہیں) میں یہ گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکر اور پے در پے غموم میں مبتلا رہتے تھے۔ یہ بظاہر اس کے منافی ہے اس لیے حدیث کی دو توجیہیں کی گئیں۔ ایک تو یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کا تبسّم آپؐ کے ہنسنے سے زیادہ ہو چنانچہ آئندہ حدیث میں جو انہی صحابی کی روایت کی جا رہی ہے۔ اس میں یہی مطلب متعیّن ہے۔ دوسری توجیہہ یہ کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود طبعی غموم کے صحابہ کی دلداری اور انبساط کے خیال سے خندہ اور تبسّم فرماتے ہوئے پیش آتے تھے۔ اور یہ کمال درجۂ اخلاق و تواضع ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے۔ تبسّم فرماتے۔ یعنی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔ اب پہلی حدیث سے کوئی تعارض نہیں رہا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی رنج و فکر میں مبتلا ہوتا ہے لیکن دوسروں کی دلداری یا ضرورت سے اس کو خندہ پیشانی سے ملنے کی نوبت آتی ہے جو لوگ دل میں عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہوں۔ ان کو اس کا تجربہ بہت ہوتا ہے۔

Marfat.com

۳۔ عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ ہی کی یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسّم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔
یعنی اکثر اوقات متبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا۔
ہنسنے کی نوبت ہی بہت کم آتی تھی۔
اب ہم ذیل میں خندہ و تبسم کے چند واقعات درج کرتے ہیں۔

خندہ و تبسّم کے چند واقعات

ابھی تو میرے بہت سے گناہ باقی ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں۔ جو سب سے اوّل جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر میں جہنّم سے نکالا جائے گا قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اس کے لیے یہ حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ مخفی رکھے جائیں جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے کہ تُو نے فلاں فلاں دن فلاں گناہ کیے تو وہ اقرار کرے گا۔ اس لیے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہو گی۔ اور اپنے دل میں نہایت خوفزدہ ہوگا۔ کہ ابھی تو صغائر ہی کا نمبر ہے کبائر پر دیکھیں کیا گزرے ہے۔ کہ اس دوران یہ حکم ہوگا کہ اس شخص کے ہر ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دی جائے تو وہ شخص یہ حکم سُنتے ہی خود

Marfat.com

بولے گا۔ کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقولہ نقل فرماکر ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ ہنسی اس بات پر تھی کہ جن گناہوں کے اظہار سے ڈر رہا تھا ان کے اظہار کا خود ہی طالب بن گیا۔

جریرؓ کا واقعہ :

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا۔ اور جب مجھے دیکھتے تھے۔ تو ہنستے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے تبسّم فرماتے تھے"

یہ دوسری روایت اس لیے ذکر کی گئی ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ پہلی حدیث میں ہنسنے سے مراد تبسّم فرمانا ہی ہے۔ اور یہ تبسّم اظہار مُسرّت کے لیے ہوتا تھا۔ کہ خندہ پیشانی سے ملنا دوسرے کے لیے انبساط کا باعث ہوتا ہے۔ (شارح رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ) میں نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ بسا اوقات آنے والوں کے ساتھ ایسی بشاشت اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ جس سے ان کو محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے آنے کی بڑی خوشی ہوئی ــــــ

دوزخ سے نکلنے والا آخری آدمی :

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں۔ جو سب سے آخر میں آگ سے نکلے

Marfat.com

گا۔ وہ ایک ایسا آدمی ہوگا کہ زمین پر گھسیٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا (کہ جہنّم کے عذاب کی سختی کی وجہ سے سیدھے چلنے پر بھی قادر نہ ہوگا) اس کو حکم ہوگا کہ جا جنّت میں داخل ہو جا۔۔ وہ وہاں جاکر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے سب جگہیں پُر ہو چکی ہیں ـــــ لوٹ کر بارگاہ الٰہی میں اس کی اطلاّع کرے گا۔ وہاں سے ارشاد ہوگا۔ کیا دنیوی منازل کی حالت بھی یاد ہے (کہ جب جگہ پُر ہو جائے تو آنے والوں کی گنجائش نہ ہو اور پہلے جانے والے جنتی جگہ پر چاہیں قبضہ کرلیں۔ اور بعد میں آنے والوں کے لیے جگہ نہ رہے۔ اس عبارت کا ترجمہ اکابر علمائے نے یہ ہی تحریر کیا مگر بندۂ ناچیز (شارح علیہ الرحمتہ) کے نزدیک اگر اس کا مطلب یہ کہا جائے تو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کیا دنیا کی وسعت اور فراخی بھی یاد ہے کہ تمام دنیا کتنی بڑی تھی۔ اور یہ اس لیے یاد دلایا کہ آئندہ تمام دنیا سے دس گنا زائد اس کو عطا فرمانے کا اعلان ہونے والا ہے تو ساری دنیا کا ایک مرتبہ تصوّر کرنے کے بعد اس عطیہ کی کثرت کا اندازہ ہو)

وہ عرض کرے گا کہ رب العزّت خُوب یاد ہے اس پر ارشاد ہوگا کہ اچھا کچھ تمنائیں کرو۔ جس طرح سے دل چاہے۔ وہ اپنی تمنائیں بیان کرے گا وہاں سے ارشاد ہوگا کہ اچھا تم کو تمہاری تمنائیں اور خواہشات بھی دیں اور تمام دنیا سے دس گنا زائد بھی عطا کیا۔۔۔ وہ عرض کرے گا۔ یا اللہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہوکر مجھ سے تمسخّر فرماتے ہیں (کہ وہاں ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے اور آپ تمام دنیا سے دس گنا زائد مجھے عطا فرما رہے ہیں)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب اس شخص کا یہ مقولہ نقل فرما رہے تھے تو آپؐ کو ہنسی آگئی

حتیٰ کہ آپؐ کے دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔
تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا یا تو اللہ جل شانہ کے اس انعام و اکرام پر خوشی اور مسرت کی وجہ سے ہو گا۔ کہ جب ایسے شخص کو جو جہنّم سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا۔ جس سے اس کا سب سے زیادہ گنہگار ہونا بدیہی ہے اس قدر عطا و انعام ہوا تو سارے مسلمانوں پر بالخصوص متقی اور پرہیز گاروں پر کیا کچھ الطاف کی بارش ہو گی اور امنیّوں پر جس قدر انعام ہوا اتنا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مُسرّت کا سبب ہے اور ممکن ہے یہ ہنسی اس شخص کی حالت پر ہو کہ کس قدر عذاب و مصائب برداشت کر کے تو نکلا ہے اور پھر یہ جُرأتیں اور تمنّائیں کہ اللہ جل شانہٗ سے کہے کہ آپ تمسخر کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سواری:

ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (اُن کے زمانۂ خلافت میں) ایک مرتبہ (گھوڑا وغیرہ) کوئی سواری لائی گئی آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے وقت بسم اللہ کہا اور جب سوار ہو چکے تو الحمد للہ کہا پھر یہ دُعا پڑھی۔

(پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے مسخّر فرما دیا۔ ورنہ ہم کو اس کے مطیع بنانے کی طاقت نہ تھی اور واقعی ہی ہم لوگ اللہ کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)

(علمأ فرماتے ہیں کہ سواری چونکہ اسباب ہلاکت سے ہے اس لیے سواری کی تسخیر پر حق تعالیٰ جل شانہٗ کے شکریہ کے ساتھ اپنی موت کے ذکر کو بھی متصّل فرما دیا کہ ہم آخر کار مرنے کے بعد اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے

Marfat.com

ہیں) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الحمد للہ تین مرتبہ کہا پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا پھر کہا۔

(تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میں نے تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں اور اوامر کی اطاعت نہ کرنے میں اپنے ہی نفس پر ظلم کیا ہے پس یا اللہ آپ میری مغفرت فرمائیں کیونکہ مغفرت تو آپ کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا)

اس دُعا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے۔ ابن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے بھی اسی طرح دعائیں پڑھی تھیں اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبسّم فرمایا تھا۔ میں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تبسّم کی وجہ پوچھی تھی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کے اس کہنے پر کہ میرے گناہ تیرے سوا کوئی معاف نہیں کرسکتا ـــ خوش ہو کر فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی شخص گناہ معاف نہیں کرسکتا۔

غزوۂ خندق کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا:

عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد سعدؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن ہنسے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے۔؟ انہوں نے کہا کہ ایک کافر ڈھال لیے ہوئے تھا اور سعدؓ گو بڑے تیر انداز تھے۔ لیکن وہ اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے اپنی پیشانی

کا بچاؤ کر رہا تھا۔ (گویا مقابلہ میں سعدؓ کا تیر نہ لگنے دیتا تھا حالانکہ یہ مشہور تیر انداز تھے) سعدؓ نے ایک مرتبہ تیر نکالا۔ (اور اس کو کمان میں کھینچ کر انتظار میں رہے) جس وقت اس نے ڈھال سے سر اٹھایا۔ فوراً ایسا لگایا کہ پیشانی سے چُوکا نہیں اور فوراً گر گیا۔ ٹانگ بھی اوپر کو اٹھ گئی ـــ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ پر ہنسے۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کونسی بات پر؟ انہوں نے فرمایا کہ سعدؓ کے اس فعل پر۔

تشریح: چونکہ اس قصہ میں اس کا شبہ ہوگیا تھا۔ کہ اس کے پاؤں اُٹھنے اور ستر کھل جانے پر تبسّم فرمایا ہو ـــ اس لیے مکرّر دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی انہوں نے فرما دیا کہ یہ نہیں بلکہ میرے سعدؓ کے حسنِ نشانہ اور اُس کے باوجود اتنی احتیاط کے تیر لگ جانے پر کہ وہ تو ہوشیاری کر ہی رہا تھا۔ کہ ڈھال کو فوراً ادھر ادھر کر لیتا تھا۔ مگر سعد نے بھی تدبیر سے ایسا جڑا کہ فوراً ہی گرا اور مہلت بھی نہ ملی۔

حضرت عثمانؓ کا تبسّم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک دفعہ وضو کر کے متبسّم ہوئے لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کر کے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو عجیب و غریب مقدّموں کا فیصلہ کیا۔ یمن نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ پرانی باتیں ابھی تازہ تھیں ایک عورت کا

Marfat.com

مقدمہ پیش ہوا۔ جس سے ایک ماہ کے اندر تین مرد خلوت کر چکے تھے۔ نو ماہ کے بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اب یہ نزاع شروع ہوئی۔ کہ وہ لڑکا کس کا قرار دیا جائے۔ ہر ایک نے اس کا لڑکا ہونے کا دعوےٰ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اس لڑکے کی دیت کے تین حصے کیے جائیں۔ پھر قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا۔ اس کے حوالہ کیا۔ اور باقی دونوں کو دیت کے تین حصّوں سے دو حصّے اس سے لے کر دلوا دیئے ___ گویا غلام کے مسئلہ پر اس کو قیاس کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ سنا تو آپؐ متبسّم ہوئے۔

میاں بیوی کے لیے اجر و ثواب :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حولہ نام کی ایک عورت مدینے میں عطر فروش کا کام کرتی تھی ایک دن وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور عرض کیا اے ام المومنین فلاں آدمی میرا شوہر ہے اور میرا یہ معمول ہے کہ میں ہر رات اس کے واسطے اپنے آپ کو آراستہ کرتی ہوں۔ اور اپنے بدن اور لباس پر خوشبو ملتی ہوں۔ اور ایسی بن جاتی ہوں جیسے بیاہی ہوئی دُلہن ہوتی ہے اور جب وہ اپنی خواب گاہ میں آتا ہے تو میں اس کے پاس اس کے لحاف میں جاتی ہوں۔ تاکہ خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کروں۔ لیکن میرا شوہر میری طرف سے مُنہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے مجھے اپنا دشمن سمجھا ہوا ہے۔ یہ سُن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تم انتظار کرو اسی اثناء میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آتے ہی

Marfat.com

فرمایا کہ یہ خوشبو کیسی ہے ؟ شاید حولہ تمہارے پاس آئی ہے اور تم نے اس سے کچھ خریدا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ خدا کی قسم اس سے کچھ نہیں خریدا۔ اس کے بعد حولہ نے اپنا قصہ بیان کیا جسے سن کر حضور نبی اکرم نے حولہ سے فرمایا کہ تُو جا اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کر۔ اور جو کچھ وہ کہے اس کو سُن حولہ نے عرض کیا اے خدا کے پیغمبر مجھ کو اس سے کچھ ثواب ملے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت آراستگی اور خانگی اصلاح کے واسطے اپنے شوہر کے گھر میں کوئی چیز رکھتی یا اٹھاتی ہے ــــ اس کے عوض میں اس کے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اس کا گناہ معاف کیا جاتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور جو عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے۔ اس کو اس قدر اجر دیا جاتا ہے جتنا کہ رات کی عبادت کرنے والے کو اور دن کے روزے رکھنے والے کو اور اللہ کی راہ میں لڑنے والے کو ملتا ہے ــــ اور جب اس کو درد زہ لاحق ہوتا ہے تو اس کو ہر ایک درد میں اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ بندے کو آزاد کرنے والے کو ملتا ہے اور جب لڑکا اپنی ماں کے پستان چوستا ہے تو ہر دفعہ چوسنے کے ساتھ عورت کو اس قدر ثواب ملتا ہے جتنا غلام آزاد کرنے سے ہوتا ہے اور جب شیر خوارگی کے دن پورے کر کے خیریت سے بچہ دودھ چھوڑ دیتا ہے۔ تو اس وقت آسمان سے ایک آواز کرنے والا آواز کرتا ہے ــــ کہ اے عورت تُو نے گذشتہ زمانے کا اپنا کام پورا کر لیا ہے اب جو باقی زمانہ ہے اس کا کام شروع کر۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ عورتوں کو تو بہت سا ثواب مل گیا۔ یہ سُن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے ــ اور فرمایا کہ جو مرد اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر ٹہلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے

Marfat.com

ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور جو پیار سے بیوی کی گردن میں ہاتھ ڈالتا ہے اس کے واسطے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جب عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے اور جب غسل کرنے کے واسطے اٹھتا ہے تو اس کے بدن کے جس بال پر سے پانی گزرتا ہے اس کے عوض ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور غسل کرنے کے ثواب میں جو چیز اسے بہتر دی جاتی ہے وہ دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے سب سے بہتر ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس پر فخر کرتا ہے اور فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندہ کی طرف دیکھو کہ ایسی ٹھنڈی رات میں غسل جنابت کرنے کے لیے کھڑا ہے اور میرے پروردگار ہونے کا اس کو یقین ہے تم اس بات پر گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخش دیا۔ (غنیۃ الطالبین)

جنّت میں جانے والا آخری آدمی :

امام مسلم نے کہا کہ ہم نے ابوبکر بن ابی شیبہ۔ عفان بن مسلم۔ حماد بن سلمہ۔ ثابت۔ انس۔ ابن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے آخر میں جنّت میں داخل ہونے والا شخص وہ ہوگا جو کبھی چلے گا اور کبھی گرے گا۔ اور کبھی آگ اسے جلائے گی جب وہ آگ سے گزر جائے گا ــــ تو اس کی طرف مڑ کر دیکھے گا اور پکار اُٹھے گا۔ وہ ذات بڑی بابرکات ہے جس نے مجھے تجھ سے نجات بخشی بے شک اللہ نے مجھے وہ چیز عطا کی۔ جو اگلے پچھلے لوگوں میں سے کسی کو نہیں بخشی۔ پھر اس کے سامنے ایک درخت بلند کیا جائے گا تو وہ کہے گا اے ربّ مجھے اس

Marfat.com

درخت کے قریب کردیجئے۔ تاکہ میں اس کے سائے میں آرام حاصل کر سکوں اور اس کا پانی پی سکوں اس پر اللہ عزوجلّ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے اگر میں تجھے یہ نعمت عطا کردوں۔ تو تُو کسی اور چیز کا سوال کرے گا۔ وہ شخص کہے گا نہیں۔ اے ربّ۔ وہ عہد و پیمان باندھے گا کہ وہ کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ اور اللہ اس کو معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی چیز کو دیکھے گا۔ جس پر اس کو صبر کی طاقت نہیں بالآخر اللہ اس کو اس درخت کے قریب کردے گا۔ وہ اس درخت کے سائے میں آرام کرے گا۔۔۔ اور اس کا پانی پیئے گا۔ پھر اسے ایک دوسرا درخت دکھائی دے گا۔ جو پہلے سے زیادہ خوبصورت ہوگا۔ تو وہ شخص کہے گا۔ اے ربّ مجھے اس درخت کے قریب کردے ۔۔ تاکہ میں اس کے سائے میں رہوں۔ اور اس کا پانی پیوؤں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا۔ اس پر اللہ فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے۔ کیا تُو نے میرے ساتھ عہد نہیں کیا تھا۔ کہ تُو اور کچھ نہیں مانگے گا۔ پھر اللہ فرمائے گا۔ اگر تجھے اس درخت کے قریب کردوں۔ تو شاید تُو کسی اور چیز کا سوال کر ڈالے۔؟ وہ شخص اللہ سے عہد و پیمان باندھے گا۔ کہ اس سے کسی دوسری چیز کا سوال نہیں کرے گا۔ لیکن اس کا رب اسے معذور سمجھے گا۔ کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھے گا جس پر اس کو صبر کا یارا نہیں ہوگا۔ پھر اللہ اس شخص کو اس درخت کے قریب کردے گا۔ اور وہ اس کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کا پانی پیئے گا۔ اس کے بعد اُسے جنت کے دروازے کے قریب ایک درخت دکھائی دے گا۔ جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوبصورت ہوگا تو وہ شخص کہے گا اے ربّ مجھے اس درخت کے قریب کردے۔ تاکہ میں اس کے سائے میں آرام کروں۔ اور اس کا پانی

پیوؤں۔ میں اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا۔ اس پر اللہ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے کیا تُو نے میرے ساتھ معاہدہ نہیں کیا تھا کہ تُو مجھ سے کسی اور چیز کا سوال نہیں کرے گا۔۔ وہ شخص کہے گا ہاں (وعدہ کیا تھا) اے ربّ یہ (آخری سوال ہے) اس کے علاوہ کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا۔ اور اس کا ربّ اُسے معذور سمجھے گا۔ کیونکہ وہ ایسی چیز کو دیکھے گا جس پر وہ صبر نہیں کر سکے گا۔ پس اللہ اسے اس درخت کے قریب کر دے گا جب اللہ اسے اس درخت کے قریب کر دے گا تو وہ اہل جنت کی آوازیں سُنے گا اور کہے گا اے میرے ربّ مجھے اس جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے کون سی چیز تجھے راضی کر سکتی ہے اور ہمارے درمیان سوال کو ختم کر سکتی ہے کیا تیری خوشی کے لیے کافی ہے کہ میں تجھے دنیا اور اس کے برابر عطا کر دوں۔ تو وہ شخص کہے گا اے ربّ تُو میرے ساتھ استہزاء کرتا ہے حالانکہ تُو جہانوں کا ربّ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔ اور کہا تم مجھ سے ہنسنے کی وجہ کیوں نہیں پوچھتے۔ تو انہوں نے کہا آپ کیوں ہنس رہے ہیں تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے تھے۔ اور صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ آپؐ کیوں ہنسے ہیں تو آپؐ نے فرمایا رب العالمین کی ہنسی کی وجہ سے کہ جب اس شخص نے کہا کہ تُو مجھ سے استہزاء کرتا ہے حالانکہ تُو جہانوں کا ربّ ہے تو اللہ اُس کی اس بات پر ہنس پڑا۔۔۔ اس پر اللہ اس سے کہے گا۔ بلاشبہ میں تیرے ساتھ استہزاء نہیں کرتا۔۔ لیکن میں قدرت رکھتا ہوں۔ ہر اس چیز پر جس کو میں چاہوں۔

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح ثابت ہے اور ممانعت بھی وارد ہوئی ہے چنانچہ ترمذی شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ کثرت مزاح جو باعثِ قساوت قلب ہو یا اللہ جل شانہ کے ذکر و فکر سے روک دے یا ایذاء مسلم کا سبب بن جائے یا وقار و ہیبت گرادے۔ یہ سب ممانعت میں داخل ہے اور جو ان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اس کے انبساط کا سبب ہو وہ مستحب ہے چنانچہ عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش طبعی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی بجائے گرانی کے مایۂ فخر و ناز تھی۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مزاح کی ایک خاص ضرورت بھی تھی وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی وقار اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینہ کے سفر کی دوری تک آپ کا رعب پہنچا تھا۔ اس لیے اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسّم اور مزاح کا اہتمام نہ فرماتے۔ تو حاضرین کو رعب کی وجہ سے پاس رہنا مشکل ہو جاتا۔ اور انتفاع کے اسباب مسدود ہو جاتے۔ نیز قیامت تک آنے والے مشائخ و اکابر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع

Marfat.com

میں جان توڑ کوشش کرتے ہیں وہ قصداً تبسّم اور مزاح سے گریز کرتے ان کے جملہ خدام کے لیے بھی مشائخ کا یہ طرز مشکلات کا سبب بنتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ بے نہایت درود وسلام اس پاک ہستی پر نازل فرمائے جو وقت کی ہر سہولت کا دروازہ کھول گئی۔ سفیان رضؓ بن عیینیہ سے جو بڑے محدّث ہیں کسی نے کہا کہ مذاق بھی ایک آفت ہے انہوں نے کہا بلکہ سُنّت ہے مگر اس شخص کے حق میں جو اس کے مواقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کر سکتا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم سے بھی مذاق فرما لیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا—"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی نماز جس جگہ پڑھتے تھے۔ آفتاب طلوع ہونے تک وہاں سے نہیں اٹھتے تھے۔ پھر جب آفتاب طلوع ہو جاتا تو کھڑے ہو جاتے۔ اور (اس دوران میں) آپؐ کے صحابہ زمانۂ جاہلیت کی باتیں کیا کرتے اور اس سلسلے میں خوب ہنستے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس مسکراتے رہتے۔ معارف الحدیث جلد ششم میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے اس حدیث کی تشریح یُوں کی ہے:۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کبھی کبھی مسجد نبوی میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بھی زمانہ جاہلیت کی ایسی لغویات اور خرافات کا تذکرہ کیا کرتے تھے جن پر خوب ہنسی آتی تھی، اور جامع ترمذی کی اسی حدیث کی روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں۔

ترجمہ: (یعنی اس سلسلۂ گفتگو میں اشعار بھی پڑھے اور سنائے جاتے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ سُنتے اور تبسّم فرماتے تھے۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام کے ساتھ اس طرح بے تکلفی کا برتاؤ نہ کرتے، تو ان حضرات پر آپؐ کا ایسا رعب چھایا رہتا۔ جو استفادہ میں رکاوٹ بنتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خندہ۔ تبسّم اور مزاح کے واقعات

حضرت سفینہؓ کی عقیدت:

ایک دفعہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بہت سے جان نثاروں کی معیت میں سفر فرما رہے تھے۔ ان جانثاروں میں ایک صاحب ایسے تھے کہ جب ان کا کوئی ساتھی تھک جاتا تھا تو اپنے ہتھیار۔ ڈھال۔ نیزہ۔ تلوار وغیرہ اتار کر ان پر لاد دیتا تھا۔ اس طرح ان پر بہت بھاری بوجھ لدگیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھا تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم سفینہ (کشتی) ہو" اس دن سے ان کا نام سفینہ ہی مشہور ہو گیا حالانکہ ان کا اصل نام مہران یا رومان ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بے انتہا عقیدت اور محبت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے جسم اطہر سے جو خون نکلا۔ آپ نے ایک برتن میں ڈال کر حضرت سفینہؓ کو دیا اور فرمایا کہ اسے انسانوں پرندوں اور درندوں سے بچا کر کسی جگہ دفن کر دو۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے (از راہ عقیدت و محبت) پس پردہ اس خون کو پی لیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

اس کا ذکر کیا تو آپؐ ہنس پڑے۔[1]

حضرت سلمہؓ بن اکوع اسلمی کی ڈھال :

ذی قعدہ ۶ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو جانثاروں کے ہمراہ عمرہ کے لیے مدینہ منورہ سے مکّہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں آپؐ کو معلوم ہوا کہ قریش مسلمانوں کی مزاحمت کا ارادہ رکھتے ہیں چونکہ یہ حُرمت کا مہینہ تھا۔ اس لیے مسلمان لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں لڑنا مقصود نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ قریش ہم سے تھوڑی مدّت کے لیے صلح کا معاہدہ کرلیں۔ قریش نے اپنی طرف سے عروہؓ بن مسعود ثقفی کو (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) سفیر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے لیے بھیجا انہوں نے سفارت سے واپس جاکر قریش کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بات چیت کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ اور ساتھ ہی ان کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے صلح کرلینا بہتر ہے کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی محبت اور عقیدت کے جو مناظر دیکھے ہیں اس سے پہلے میری نظر سے نہیں گزرے حالانکہ میں دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھ چکا ہوں۔ قریش نے عروہ کا مشورہ نہ مانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ایک سفیر بھیجا قریش نے اس پر حملہ کردیا لیکن وہ کسی طرح بچ گیا۔ اب قریش نے اپنے کچھ جنگجو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بھیج دیئے مسلمانوں نے ان کو پکڑ لیا۔ لیکن

---

[1]: آسمانی ہدایت کے ستر ستارے صفحہ ۱۳۰ - ۱۳۱)

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چھوڑ دیا۔ اور معافی دے دی۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکّہ بھیجا قریش نے ان کو اپنے پاس روک لیا۔ ادھر مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور مسلمانوں کا پیمانہ صبر بھی لبریز ہو گیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضؓ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے یہ فرما کر آپؐ ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور تمام صحابہ کرام رضؓ سے جان نثاری کی بیعت لی۔ اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کا جذبۂ فدویت اتنا پسند آیا کہ اس نے تمام بیعت کرنے والوں کو اپنی خوشنودی کی بشارت دی اس لیے تاریخ میں اس بیعت کو "بیعت رضوان" کے نام سے لازوال شہرت حاصل ہوئی۔ حضرت سلمہ رضؓ بن اکوع بھی ان چودہ سو جلیل القدر رضؓ میں شامل تھے جنہیں بیعت رضوان میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن اس موقع پر انہیں ایک سعادت حاصل ہوئی جس میں کوئی دوسرا مسلمان ان کا شریک نہیں ہے صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت سلمہ رضؓ نے حدیبیہ میں پہلی بار اپنے اہلِ قبیلہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر موت کی بیعت کی تھوڑی دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا۔

"اے ابن اکوع کیا تم بیعت نہیں کرو گے"

انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ میں تو بیعت کر چکا"

فرمایا "پھر بیعت کر لو"

انہوں نے فوراً تعمیل ارشاد کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ کرم

Marfat.com

انہیں ایک ڈھال مرحمت فرمائی۔ تیسری مرتبہ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا "سلمہؓ۔ بیعت نہ کرو گے"

عرض کیا "یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میں تو دو مرتبہ بیعت کر چکا ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا حرج ہے تیسری مرتبہ سہی"

حضرت سلمہؓ نے فوراً تیسری مرتبہ بیعت کا شرف حاصل کیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ نے جو ڈھال حضرت سلمہؓ کو عنایت فرمائی تھی وہ اُن کے پاس نہیں ہے پوچھا "سلمہ وہ ڈھال کہاں ہے"

عرض کی "یارسول اللہ میرے چچا کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ ان کو دے دی" حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے[1] اور فرمایا۔

"سلمہ تمہاری مثال تو اس آدمی جیسی ہے جس نے دُعا کی تھی کہ الٰہی مجھ کو ایسا دوست دے جو مجھ کو اپنی جان سے بھی پیارا ہو"

حضرت سلمہؓ کی بہادری :

سنہ ۶ھ میں غزوۂ ذی قرد یا غابہ میں حضرت سلمہؓ نے بے مثال بہادری کا ثبوت دیا۔ (یہ واقعہ بہت تفصیل چاہتا ہے مگر مختصراً عرض ہے کہ) جب حضرت مقداد رضی اللہ عنہ حضرت ابوقتادہ اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہم سے آکر مل گئے تو ان تینوں جانبازوں نے غارت گروں کو اپنے نیزوں

---

[1] : خیر البشر کے چالیس جانثار صفحہ ۱۶۹-۱۷۰

Marfat.com

کی نوکوں پر رکھ لیا۔ کچھ دیر بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے کچھ اور سردار بھی پہنچ گئے۔ بدطنیت لٹیروں نے اب بھاگنے ہی میں عافیت دیکھی تاہم مجاہدین نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے فزاری غارت گر ایک چشمے پر جمع ہو کر پانی پینے کا ارادہ کر رہے تھے۔ کہ حضرت سلمہؓ للکارتے ہوئے ان کے سر پر جا پہنچے۔ اس وقت حضرت سلمہؓ کے ساتھی بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ لیکن اللہ رے اس شیر کی ہیبت کہ بیسیوں مسلّح جنگجو پانی پیئے بغیر ان کے سامنے بھاگ کھڑے ہوئے اور بہت دور ثنیہ ذی بیر میں جا کر پناہ لی۔ اب سورج غروب ہو گیا لیکن حضرت سلمہؓ آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔ اتنے میں ایک فزاری غارت گر پر ان کی نظر پڑی انہوں نے اس کو تیر مارا اور یہ رجز پڑھا۔

خذھا وانا ابن الاکواع۔ والیوم یوم الرضع

اس نے جواب دیا "ابن اکوع کی ماں صبح نہ پائے"

حضرت سلمہؓ نے یہ کہتے ہوئے "کہ ہاں اے اپنے نفس کے دشمن" ایک دوسرا تیر اس پر جڑ دیا۔ وہ شخص گھائل ہو کر وہاں سے غائب ہو گیا۔ اور دو گھوڑے اپنے پیچھے چھوڑ گیا حضرت سلمہؓ دونوں گھوڑوں کو ہنکا کر واپس ذو قرد کے چشمہ پر پہنچے۔ جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو مسلّح جانثاروں کے ساتھ رونق افروز تھے۔ اور حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا جگر اور کوہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آگ پر بھون رہے تھے حضرت سلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ گھوڑے پیش کرتے ہوئے عرض کی۔

"یا رسول اللہ اگر آپؐ مجھے سو آدمی دے دیں تو میں فزاری غارت گروں

Marfat.com

کا نام و نشان مٹا ڈالوں گا یہاں تک کہ ان میں کوئی خبر دینے
والا بھی نہیں بچے گا۔"
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسّم ہوکر فرمایا
"اے سلمہؓ۔ کیا تم واقعی ایسا کر گزرو گے"
حضرت سلمہؓ نے بڑے جوش کے ساتھ کہا "یا رسول اللہ اس اللہ کی قسم
جس نے آپ کو معزز و مکرّم بنایا ہے میں ایسا ہی کروں گا۔"
ان کا جوش و جذبہ دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بشّاش ہو گئے
اور اس قدر ہنسے[۱] کہ آپؐ کے پچھلے دندان مبارک (ڈاڑھوں) سے نُور کی شعاعیں
پھوٹنے لگیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔
"اے ابن اکوع جانے دو۔ اور قابو پانے کے بعد درگزر کرو"

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے اشعار :

عہد رسالت کے ایک مبارک دن کا ذکر ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے ایک انصاری جانثار کے مکان پر تشریف لے گئے۔ یہ صاحب رسولؐ
ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے اشعار میں کچھ ایسی تاثیر اور ہیبت
ہوتی تھی کہ کفار انہیں سن کر لرزہ بر اندام ہو جاتے تھے۔ ان کو سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر ملی۔ تو فرط مُسرّت سے بے خود
ہو گئے بے تابانہ مکان سے باہر نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال
کیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر متبسّم[۲] ہو گئے اور فرمایا۔

---

[۱]: خیر البشر کے چالیس جانثار صفحہ ۱۸۴-۱۸۵
[۲]: خیر البشر کے چالیس جانثار صفحہ ۲۲۵

Marfat.com

"ابوعبداللہ۔ اپنے کچھ اشعار تو سناؤ"

انہیں تعمیل ارشاد میں کیا عذر تھا۔ اسی وقت اپنے کئی اشعار بڑے ذوق وشوق سے پڑھ دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سن کر بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا "اور" انہوں نے پھر کئی اور شعر پڑھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کفار پر ان کی زد تیر سے بھی زیادہ سخت ہے"

یہ صاحب رسولؐ جن کے اشعار سننے کے لیے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور جن کے کلام کی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستائش فرمائی سیدنا ابوعبداللہ کعبؓ بن مالک اسلمی انصاری تھے۔

حضرت زیدؓ بن ارقم انصاری کا کان:

ذی قعدہ ۵ھ میں غزوہ احزاب کے کچھ عرصہ بعد قبیلہ مُصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کا ارادہ کرلیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ مُریسع نام کنوئیں کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔ اور بنو مصطلق پر اس زور کا حملہ کیا کہ وہ حواس باختہ ہو کر اور اپنے دس آدمی کٹوا کر بھاگ نکلے۔ اس واقعہ کے بعد لشکر اسلام چند روز کے لیے اس بستی میں ٹھہر گیا۔ وہاں اثنائے قیام ایک دن بدقسمتی سے ایک مہاجر حضرت جہجاہؓ بن مسعود غفاری اور ایک انصاری حضرت سنانؓ بن وبراء الجہنی پانی پر آپس میں جھگڑ پڑے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ لڑائی میں جہجاہؓ نے سنان کو ایک لات رسید کر دی۔ انصار کے نزدیک کسی سے

Marfat.com

لات کی ضرب کھانا سخت ننگ کی بات تھی۔ چنانچہ سنان رضؓ نے اپنی مدد کے لیے انصار کو پکارنا شروع کر دیا۔ جہجاہ رضؓ نے اپنے آپ کو خطرے میں دیکھا تو انہوں نے مہاجرین کو آواز دی۔ کہ میری مدد کے لیے پہنچو۔ انصار مجھے مارے ڈالتے ہیں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیّ بھی اس موقع پر موجود تھا۔ اس کو مسلمانوں کے درمیان نفاق ڈالنے کا نادر موقع ہاتھ آیا۔ اس نے انصار کو سخت اشتعال دلایا اور سنان رضؓ کی مدد کے لیے ابھارا۔ دوسری طرف سے کچھ مہاجرین بھی تلواریں سونت کر نکل آئے۔ اس طرح انصار و مہاجرین میں کشت و خون ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک تک اس شور کی آواز پہنچ گئی۔ آپ فوراً خیمے سے باہر تشریف لائے اور فرمایا۔

"یہ جاہلیت کی دہائی کیسی۔ تم لوگ کہاں اور جاہلیت کی دہائی کیسی؟ اسے چھوڑ دو یہ بُری چیز ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر دونوں طرف کے کچھ اصحاب آگے بڑھے اور سنان رضؓ اور جہجاہ رضؓ کو گلے ملوایا۔ اس طرح معاملہ رفت گذشت ہو گیا۔ لیکن عبداللہ بن ابیّ اور اس کے ساتھی منافقین پر یہ بات سخت شاق گذری۔ وہ آپس میں سر جوڑ کر بیٹھے اور عبداللہ نے ان کے سامنے اپنے دل کے جلے پھپھولے یوں پھوڑے۔

"یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔ اگر تم مہاجرین کی امداد بند کر دو۔ تو وہ تنگ آ کر خود ہی مدینہ چھوڑ دیں گے خدا کی قسم مدینے واپس جا کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو شہر بدر کر دے گا"

اتفاق سے اس مجمع میں مدینے کے ایک نوجوان بھی موجود تھے۔ جن کو

Marfat.com

دینِ حق اور داعیِ حق صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ عبداللہ بن ابیؓ کی باتیں سُن کر ان کا خون کھول اُٹھا۔ فوراً اپنے چچا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے گئے۔ اور سارا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا۔ ان کو بڑی غیرت آئی اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ابن ابیؓ کی خرافات کا ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان کو بُلا کر دریافت کیا۔ تو انہوں نے وہی باتیں دہرائیں جو اپنے چچا سے کہہ چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"شاید تم عبداللہ بن ابیؓ سے ناراض ہو۔ ہو سکتا ہے تم سے سننے میں کچھ غلطی ہو گئی ہو ——"

نوجوان نے قسم کھا کر کہا "یا رسول اللہؐ میں نے فی الواقع یہ باتیں عبداللہ ابن ابیؓ کے منہ سے سُنی ہیں"

اس پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابیؓ کو بُلا کر پوچھا کہ کیا تم نے یہ باتیں کہی ہیں۔؟ وہ صاف مکر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ایسی باتیں ہرگز نہیں کیں یہ لڑکا جھوٹ بولتا ہے۔

انصار کو جن میں اس نوجوان کے چچا بھی شامل تھے ابن اُبیؓ کی قسموں پر یقین آگیا اور وہ لڑکے کو ملامت کرنے لگے۔ کہ تم نے خواہ مخواہ ایسی شکایت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دیا۔ نوجوان صاحبزادے سخت رنجیدہ ہوئے اور اپنی قیام گاہ پر جا کر بیٹھ رہے اس دلگرفتگی کے عالم میں نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے۔ ابھی بیدار نہیں ہوئے تھے —— کہ رحمت الٰہی کو جوش آگیا۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس میں اس صالح نوجوان کی تصدیق کی گئی تھی اور منافقین کا کچا چٹھا کھول

Marfat.com

کر بیان کر دیا گیا تھا ــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اس نوجوان کو بُلا بھیجا جب وہ حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے ان کے سامنے سورۂ منافقین کی آیتیں پڑھیں۔ اور پھر ہنستے ہوئے اُن کا کان پکڑ کر فرمایا۔

" لڑکے کا کان سچا تھا۔ اللہ نے خود اس کی تصدیق فرما دی" یہ سعادتمند نوجوان جن کی صداقت کی خود اللہ تعالیٰ نے گواہی دی قبیلۂ حارث بن خزرج کے چشم و چراغ حضرت زیدؓ بن ارقم تھے۔

خود حضرت زیدؓ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن اُبیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی باتوں سے مُکر گیا۔ اور قسم کھا کر اپنی پاکدامنی کا یقین دلایا ــــ تو انصار کے بزرگوں اور خود میرے چچا نے مجھے بہت بُرا بھلا کہا یہاں تک کہ مجھے محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا سمجھا ہے اس سے مجھے ایسا شدید صدمہ ہوا کہ عمر بھر کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں سخت رنج اور غم کی حالت میں اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا اور جب سورۂ منافقون کی دوسری آیات کے ساتھ یہ آیت نازل ہوئی۔

(ترجمہ) "یہ کہتے ہیں کہ ہم مدینے واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا۔ حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں"

تو گویا اللہ نے حرف بحرف میری بات کی تصدیق کر دی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُدئے انور پر مُسرّت کے آثار نمایاں ہوئے اور آپؐ نے ہنستے ہوئے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا" اے زید۔ اللہ نے تمہاری تصدیق فرمائی"

لہ: خیر البشر کے چالیس جانثار صفحہ ۲۵۵ - ۲۶۰

ایک دوسری روایت میں حضرت زیدرضؓ سے یہ الفاظ منسوب ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہوئے میرا کان پکڑا اور فرمایا ۔

"لڑکے کا کان سچا تھا اللہ نے خود اس کی تصدیق فرما دی "۔

میرا خون تمہارا خون ہے اور میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے :

۱۳ھ نبوت میں مدینہ کے حاجیوں کا ایک گروہ مکہ معظمہ آیا جن میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں مسلمان تھے اور باقی سب کافر تھے ۔ مکہ پہنچ کر انہوں نے خیمے لگائے اور موقع پا کر حضرت عویمرضؓ بن ساعدہ اور کچھ دوسرے حضرات (جو اسلام قبول کر چکے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چھپ چھپا کر حاضر ہوئے اور آپؐ سے استدعا کی کہ مدینہ کے اہل حق سے ملاقات کے لیے کوئی وقت مقرر فرما دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھ سے یوم النفر الآخر (یعنی وہ دن جب حاجی منیٰ سے روانہ ہو جاتے ہیں) سے پہلی رات عقبہ کے نشیبی علاقہ میں ملیں ۔ چنانچہ مقررہ رات کو قافلہ کے تمام مسلمان چھپتے چھپاتے دو دو چار چار کر کے مقررہ جگہ پر پہنچ گئے وہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے ۔ (حضرت عباسؓ اپنے اسلام کو اس وقت تک چھپائے ہوئے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے خیر خواہ اور مددگار تھے ۔

حضرت معاذؓ بن رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ جب سب لوگ عقبہ کے مقام پر جمع ہو گئے تو حضرت عباسؓ نے اس طرح گفتگو شروع کی :

"اے خزرج کے لوگوں تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے تو سن لو ۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے قبیلے اور رشتہ داروں کے ہاں

Marfat.com

بڑی مضبوط حیثیت کے مالک ہیں۔ ہم میں سے جنہوں نے ان کا دین قبول کرلیا ہے سب ان کی حمایت اور حفاظت کر رہے ہیں۔ مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب کو چھوڑ کر تمہارے ہی پاس جانا چاہتے ہیں اب تم سوچ لو کہ تم میں اتنی قوّت اور حوصلہ ہے۔ کہ سارے عرب کی مخالفت مول لے سکو کیونکہ تمام عرب متحّد ہو کر تم پر یلغار کر دیں گے لہذا آپس میں اچھی طرح مشورہ کر کے کوئی متفقہ فیصلہ کرو۔ کیونکہ سب سے اچھی سچّی بات ہے" اس کے بعد حضرت عباس رضؓ نے پوچھا " ذرا مجھے بتاؤ کہ تم اپنے دشمن سے کس طرح نبرد آزما ہوتے ہو؟"

اس پر حضرت عبداللہ رضؓ بن عمرو بن حرام بولے

" واللہ عباس۔ ہم لڑنے مرنے والے لوگ ہیں۔ جنگ ہماری گھٹّی میں پڑی ہوئی ہے ـــ ہم اس کے ماہر ہو چکے ہیں۔ کیونکہ یہ ہمیں باپ دادا سے ورثے میں ملی ہے ہم پہلے قدر اندازی کرتے ہیں یہاں تک کہ ہمارے تیر ختم ہو جائیں پھر ہم نیزوں سے اپنے دشمنوں پر پل پڑتے ہیں یہاں تک کہ نیزے بھی ٹوٹ جائیں۔ پھر ہم تلواریں کھینچ لیتے ہیں۔ اور دشمن سے دو بدو مقابلہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک نہ ایک فریق ختم ہو جاتا ہے۔"

عبداللہ رضؓ کی باتیں سن کر حضرت عباس رضؓ نے کہا۔

" واقعی تم جنگ آزما لوگ ہو۔"

پھر براء بن معرور جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور کہا:۔

" اے عباس۔ ہم نے آپ کی بات سنی۔ آپ بھی ہماری یہ بات سُن لیں کہ ہم نامرد نہیں ہیں۔ ہم نے تلواروں کی گود میں پرورش پائی ہے خدا کی قسم ہمارے دلوں میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی اطاعت کریں۔ اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپ کی حفاظت کریں۔"

Marfat.com

دوسرے انصار نے ان کی بات کاٹ کر فرمایا "یارسول اللہ آپ بھی کچھ فرمایئے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی کچھ آیتیں پڑھیں۔ اور اہل یثرب کو مضبوطی سے اسلام پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا۔

"میں تم سے اس بات کی بیعت لیتا ہوں۔ کہ تم اپنی جانوں اور اہل وعیال کی مانند میری حفاظت کرو گے۔ اور دین کی اشاعت میں میری پوری مدد کرو گے"

حضرت براء بن معرور نے پھر کہا۔

"یارسول اللہ خدا کی قسم ہم آپؐ کی ہر طریقے سے مدد اور حفاظت کریں گے" حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان نے بیچ میں بات کاٹ کر کہا۔

"یارسول اللہ ہمارے اور یہود کے مابین معاہدات ہیں۔ جو بیعت کے بعد ٹوٹ جائیں گے کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ جب اللہ تعالیٰ آپؐ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں واپس چلے جائیں"

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا۔

"نہیں بلکہ میرا خون تمہارا خون ہے اور میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تم جس سے لڑو گے میں بھی اس سے لڑوں گا۔ اور جس سے تمہاری صلح ہو گی میری بھی اس سے صلح ہو گی"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سن کر یہ سب نفوسِ قدسی بیعت کے لیے لپکے۔ اور سب نے بیعت کرلی۔

لہ: خیر البشر کے چالیس جانثار صفحہ ۲۸۱ - ۲۸۲

Marfat.com

حضرت معاذ رضؓ بن جبل انصاری کو دُعا سکھانا :

ایک دن بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں طویل قامت۔ روشن چہرے اور بڑی بڑی سرمگیں آنکھوں والے ایک گورے چٹے نوجوان حاضر تھے اور بڑی توجّہ اور انہماک کے ساتھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سُن رہے تھے۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد کے جواب میں کچھ عرض کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ دُرِّ دندان سے نوُر کی شعاعیں پھُوٹ رہی ہیں یکایک حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑلیا۔ اور فرمایا۔

"میں تم سے بہت محبت رکھتا ہوں"

نوجوان نے فرط مسّرت سے بیخود ہو کر عرض کیا

"یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، مجھے بھی آپؐ سے غایت درجہ محبت ہے اور آپ مجھے دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر محبوب ہیں"

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسّم ہو کر فرمایا

"اچھا تو تمام نمازوں کے بعد یہ دُعا پڑھنا کبھی نہ بھُولنا

رَبِّ اَعِنِّیْ علیٰ ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

(اے اللہ اپنا ذکر اپنا شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے کے میری مدد فرما)

انہوں نے عرض کیا

لہ : خیر البشر کے چالیس جان نثار صفحہ ۳۲۱

"یارسول اللہ۔ میں آپؐ کے ارشاد پر ہمیشہ عمل کروں گا۔ اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی وصیت کروں گا۔"

یہ سعادت مند نوجوان سیّدنا حضرت معاذؓ بن جبل انصاری تھے۔

حضرت ابولبابہؓ کی توبہ:

۵ھ میں غزوہ احزاب کے فوراً بعد یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کو ان کی غداری۔ وعدہ شکنی۔ اور دشمنی کا مزہ چکھانے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن محاصرہ سے پہلے یہودیوں کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رئیس خزرج اور حضرت سعدؓ بن معاذ رئیس اوس کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ اس موقع پر شرارت نہ کرو لیکن ان بدمعاشوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا یہ جواب دیا تھا کہ "ہم نہیں جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں اور ہمارا ان کے ساتھ کوئی قول و قرار نہیں ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تو خاموش ہو گئے تھے لیکن احزاب کی جنگ کے خاتمہ کے بعد آپؐ بنو قریظہ کے غدّاروں کی طرف متوجّہ ہوئے اور ان کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔

یہودیوں کو اپنے استحکامات پر بڑا غرور تھا ـــــ لیکن پچیس دن کے محاصرے کے بعد ان کی ہمتیں پست ہوگئیں اور انہوں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ ابولبابہ رفاعہؓ بن المنذر کو ہمارے پاس آنے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ ہم ان سے مشورہ کرسکیں۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے اور بنو قریظہ اور اوس کے درمیان قدیم سے بڑے گہرے مراسم اور حلیفانہ تعلقات تھے۔

Marfat.com

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کی درخواست قبول فرمالی۔ اور حضرت ابولبابہؓ کو ان کے پاس جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

جب حضرت ابولبابہؓ قلعہ کے اندر گئے تو یہودیوں نے ان کی بے حد عزّت و تکریم کی اثنائے مشورہ یہودیوں نے ان سے پوچھا کہ ہم ہتھیار ڈال کر قلعہ سے باہر نکلیں یا نہیں۔ حضرت ابولبابہؓ نے یہودیوں کو ہتھیار ڈالنے کا مشورہ دیا۔ لیکن ساتھ ہی اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگ غدّاری کی پاداش میں قتل کیے جاؤ گے یہ اشارہ تو کر دیا مگر معاً احساس ہوا کہ میں نے مسلمانوں کا ایک جنگی راز فاش کر دیا ہے اب اگر یہودی مایوسی کے عالم میں سربکف ہو کر کوئی خطرناک قدم اٹھائیں اور مسلمانوں کو کوئی ضرر پہنچ جائے۔ تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔ اس خیال سے کانپ اُٹھے۔ اپنے آپ کو خدا اور خدا کے رسولؐ کی خیانت کا مرتکب سمجھا بے اختیار اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے۔ آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوگیا جس نے ڈاڑھی کو تر کر دیا۔ قلعہ سے باہر نکلے ___ تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مُنہ دکھانے کی ہمّت نہ پڑی۔ سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے۔ اور ایک موٹی زنجیر لے کر اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ دیا ___ دن رات بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑاتے تھے۔ کہ اے غفورالرّحیم میری خطا بخش دے کھانا پینا ترک ہوگیا صرف نماز اور حوائج ضروریہ کے لیے زنجیر کھول لیتے اور فارغ ہونے کے بعد اپنے آپ کو اپنی لڑکی سے بندھوا لیتے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا حال معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔

"اب جو ہوا سو ہوا۔ اگر ابولبابہ پہلے ہی میرے پاس آجاتے۔ تو میں اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کے لیے دُعا کرتا۔

Marfat.com

ادھر یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے خائب وخاسر کیا اور انہیں کوئی شرارت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر غلبہ پا کر مردوں کو قتل کروا دیا۔ اور عورتوں سے اسیران جنگ کا سا سلوک کیا۔ حضرت ابولبابہؓ کو اپنے آپ پر وارد کی ہوئی سزا بھگتتے کئی روز گزر گئے اس دوران روتے روتے ان کی آنکھیں سوج گئیں نظر کمزور ہو گئی۔ اور کان بہرے ہو گئے۔ کبھی کبھی ان کی لڑکی ایک خرما ان کے منہ میں ڈال دیتی۔ اور پانی کے دو گھونٹ پلا دیتی۔ اس کے سوا ان کی اور کوئی خوراک نہ تھی۔ ایک دن ضعف وناتوانی کے عالم میں بے ہوش ہو کر گر گئے اس وقت رحمت الٰہی کو جوش آ گیا اور مہبطِ وحی ورسالتؐ پر طلوع فجر سے بیشتر آیات توبہ کا نزول ہوا۔

"مسلمانو۔ تم اللہ اور رسول کے معاملہ اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو حالانکہ تم کو اس کا علم ہے اور اچھی طرح جان لو کہ بے شک تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

اے ایمان والو۔ تم اگر اللہ سے ڈرو گے تو وہ تم کو ممتاز کرے گا۔ اور تمہاری برائیاں دُور کرے گا اور تمہاری مغفرت کرے گا اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے۔ نزول وحی پر آپؐ متبسمؐ ہو گئے اور روئے انور پر بشاشت پھیل گئی

لہ: خیر البشر کے چالیس جانثار صفحہ ۲۷۶ - ۲۷۸

Marfat.com

حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ۔ اللہ آپؐ کو ہمیشہ ہنسائے۔ معاملہ کیا ہے؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی"

حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا" میرے ماں باپ آپؐ پر قربان اگر اجازت ہو تو یہ مژدہ ابولبابہؓ کو سنا دوں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"ہاں اگر چاہو"

حضرت ام سلمہؓ کا حجرہ مسجد نبوی کے بالکل قریب تھا۔ انہوں نے وہیں سے پکار کر فرمایا۔

" ابولبابہ مُبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہو گئی"

کچھ اور لوگوں نے بھی ام المومنینؓ کی بات سُن لی۔ ان کے ذریعے یہ خبر آناً فاناً سارے شہر میں پھیل گئی لوگ جوق در جوق حضرت ابولبابہؓ کو مبارک باد دینے مسجد نبوی کی طرف لپکے ادھر حضرت ابولبابہؓ کو بھی ہوش آگیا لوگ انہیں کھولنے لگے تو سختی سے منع کر دیا۔ اور کہا۔

"جب تک رسول اللہ علیہ وسلم مجھ خطاکار کو خود نہ کھولیں گے میں اس ستون سے بندھا رہوں گا"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لیے تشریف لائے تو اپنے دستِ مبارک سے حضرت ابولبابہؓ کو کھولا۔ وہ فرط مسرت سے بے خود ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس سے لپٹ کر عرض کیا

"یارسول اللہ میں اپنا گھر بار راہ حق میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ مجھے ہمیشہ کے لیے اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" صرف ایک تہائی مال کا صدقہ کرو" حضرت ابولبابہؓ

نے تعمیل ارشاد کی اور پھر زندگی بھر اپنے ہر قول و فعل میں غایت درجہ احتیاط سے کام لیتے رہے۔

حضرت خزیمہؓ بن ثابت خطمی کا بوسہ:

عہد رسالت کا ذکر ہے کہ ایک دن ایک صاحب جن کی پیشانی نور سعادت سے چمک رہی تھی۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان گذشتہ شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارک کو چوم رہا ہوں"

آپؐ ان کی بات سن کر متبسّم[1] ہو گئے اور فرمایا

"تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو"

وہ صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر فرط محبت سے بے خود ہو گئے اور والہانہ انداز میں آگے بڑھ کر فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین پاک کو چوم لیا۔ دیکھنے والوں کے لیے یہ ایک تحیّر خیز منظر تھا۔ وہ رشک کرتے تھے کہ کاش یہ سعادت عظمیٰ ان کے حصّے میں آئی ہوتی۔ لیکن اللہ کی دین ہے وہ جس کو چاہے اپنے فضل کے لیے چن لے۔

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

کائنات ارض و سماوی کی مقدس ترین ہستی شہ لولاک۔ فخر جنّ و انس

لہ: خیر البشر کے چالیس جانثار صفحہ ۱۵۴

سیدالمرسلین امام الانبیاء رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین اطہر پر بوسہ دینے کا شرف عظیم حاصل کرنے والے یہ صاحب حضرت خذیمہؓ بن ثابت خُطمی انصاری تھے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر:

مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر چشم فلک نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ معماروں اور مزدوروں میں صحابہ کرامؓ (انصار و مہاجرین) کے ساتھ خود فخر جن و انس۔ خیر الخلائق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں مزدوروں کے لباس میں پتھر اور گارا ڈھو رہے ہیں اور زبان مبارک پر یہ شعر جاری ہے

(الٰہی اجر تو بس آخرت کا اجر ہے پس تو انصار و مہاجرین پر رحم فرما)

شمع نبوت کے پروانے بصد تضرّع شہِ دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم سے التجائیں کرتے تھے کہ حضورؐ ہم غلاموں کے ہوتے ہوئے آپؐ تکلیف نہ فرمائیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم متبسّم ہو کر برابر کام کیے جا رہے تھے۔

سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینے میں شرابور اور گرد و غبار میں اٹا ہوا دیکھ کر صحابہ کرامؓ کے دلوں پر چھریاں چل جاتی تھیں لیکن مجبور تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھ کر وہ دو چند جوش کے ساتھ یہ رجز پڑھتے ہوئے تعمیر مسجد میں منہمک ہو جاتے تھے۔

ترجمہ (اگر ہم بیٹھ جائیں اور رسول اکرمؐ کام کرتے رہیں تو یہ سخت گمراہی کی حرکت ہوگی)

وفد بنی ثقیف کا بُت:

وفد ثقیف رمضان المبارک ۹ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

Marfat.com

میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا اور دیر تک لوگ اسلام کے متعلق سوال کرتے رہے آخر میں انہوں نے آپؐ سے پوچھا کہ ہمارے بُت "لات" کے بارے میں آپ کا کیا ارادہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے توڑ دیا جائے گا"

یہ لوگ اپنے بت سے اتنے خوف زدہ تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُن کر بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے۔

"اس بت کو توڑنا تو بربادی کو دعوت دینا ہے"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔ ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور ان لوگوں کو ملامت کرنے لگے کہ تم ایک بے جان پتھر سے اتنا ڈرتے ہو۔

اہلِ وفد نے برہم ہو کر کہا "عمر تم نہ بولو ہم تمہارے پاس نہیں آئے"۔ حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا "لات کو گرانے کا کام ہم سے تو نہیں ہو سکے گا۔ آپ خود جو چاہیں کریں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہو کر فرمایا "اچھا تو یہ بُت شکنی ہمارے ذمّے ہی رہی۔ تم لوگ یہ کام نہ کرنا"

اس کے بعد سب اہلِ وفد سعادت اندوزِ اسلام ہو گئے۔

فضالہ کا ارادہ:

فتح مکہ کے موقع پر فضالہ بن عمیر کے سینے میں بھی انتقام کی بجلی کوندی۔

لہ: وفودِ عرب بارگاہ نبوی میں صفحہ ۱۸۸

Marfat.com

دل ہی دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ باندھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ فضالہ نمودار ہوا۔ قریب آیا تو آپؐ نے بلایا" فضالہ! تم ہو؟ اس نے جواب دیا" ہاں! یا رسول اللہ فضالہ"
فرمایا" کیا بات تم نے اپنے دل میں ٹھان رکھی ہے؟" فضالہ نے گھبرا کر جواب دیا" کچھ بھی نہیں میں تو خدا کا ذکر کر رہا ہوں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر ہنس پڑے[1] اور نصیحت کی کہ خدا سے مغفرت طلب کرو۔ اور یہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ فضالہ کے سینے پر رکھ دیا اور اس کا دل ٹھکانے آگیا۔

فضالہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا ہاتھ میرے سینے سے اُٹھا لیا تو خدا کی مخلوق میں سے میرے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کچھ محبوب نہ رہا"

فضالہ اس قلبی انقلاب سے گزر کر گھر چلے گئے[2]

حضرت عباسؓ بن مرداس کا قول:

۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت عباسؓ بن مرداس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ ابنِ ماجہؒ اور بیہقیؒ نے حجۃ الوداع کے سلسلے میں حضرت عباسؓ بن مرداس کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عَرفہ کی شام کو اپنی اُمّت کی

---

[1]: سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۳۷

[2]: سرورِ کائنات ؐ کے پچاس صحابہ صفحہ ۴۹۹

Marfat.com

بخشش کی دُعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا کو قبول کرتے ہوئے کہا میں نے سب کو بخش دیا۔ لیکن ظالموں کو نہیں بخشوں گا۔ اور مظلوم کا حق اس سے ضرور لوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا۔ اے پروردگار تو اگر چاہے تو مظلوم کو جنت عطا فرما دے ــــ اور ظالم کو بخش دے۔ لیکن یہ دُعا عرفہ کی شام کو قبول نہیں کی گئی۔ پھر جب مزدلفہ میں صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی دُعا کی۔ اور آپ کی خواہش کے مطابق آپؐ کی دعا قبول کر لی گئی (یعنی اللہ تعالیٰ نے ظالم کو بھی بخش دیا) راوی کا بیان ہے کہ (قبولیتِ دُعا کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یا مسکرائے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ یہ وقت ہنسنے کا نہیں ہے کس چیز نے آپؐ کو ہنسایا اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپؐ کو ہنساتا رہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا۔ کہ خداوند بزرگ و برتر نے میری دُعا کو قبول فرمالیا ہے اور میری امّت کو بخش دیا ہے تو وہ سر پر خاک ڈالتا اور واویلا کرتا ہوا بھاگ نکلا اس کو پریشان و بدحواس دیکھ کر مجھ کو ہنسی آگئی۔“

تم بڑے مکّار ہو:

لہ: سرورِ کائناتؐ کے پچاس صحابہ صفحہ ۴۹۹

عہدِ رسالت کے اواخر میں اہلِ مدینہ نے ایک کمسن بچے کے شغفِ دین اور عشقِ رسول کی عجب کیفیت دیکھی یہ بچہ اکثر بارگاہِ نبوی میں حاضر رہتا تھا۔ اور بڑے ذوق وشوق سے آپؐ سے دین کی باتیں سیکھتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وعظ کے لیے منبر پر تشریف فرما ہوتے تو وہ منبر کے قریب بیٹھ جاتا نہایت غور سے آپ کے ارشادات سنتا اور انہیں یاد رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھتا اور رمضان المبارک کی راتوں میں آپؐ کے ساتھ جاگ کر عبادت کیا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بچّے سے بڑی محبت تھی۔ اور آپ اس پر شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طائف سے انگور آئے یہ بچّہ بھی اس وقت آپؐ کی خدمت میں موجود تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دو خوشے عنایت کیے۔ اور فرمایا "بیٹا ایک خوشہ تمہارا ہے اور دوسرا تمہاری والدہ کا۔ گھر جاکر ان کو دے دینا" وہ بچّے ہی تو تھے۔ راستے میں اپنا خوشہ کھایا تو بہت مزہ آیا۔ دوسرا خوشہ بھی چٹ کر گئے اور ماں کو بتایا تک نہیں۔ چند دنوں کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "کیوں بیٹا۔ اپنی ماں کو انگور کا وہ خوشہ دے دیا تھا"

صادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت نے ان کو راست باز بنا دیا تھا۔ عرض کیا "نہیں یا رسول اللہ۔ دونوں خوشے میں نے خود ہی کھالیے تھے ——"

ان کا جواب سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متبسّم ہوگئے اور ان کا[1]

---

[1]: سرورِ کائنات کے پچاس صحابہ صفحہ ۶۳۸ - ۶۳۹

Marfat.com

کان پکڑ کر فرمایا "یا غدر" (بڑے مکار ہو)

یہ بچہ جس نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور لاڈ و پیار سے وافر حصہ پایا تھا ____ اور جس کو اللہ اور اللہ کے رسول سے والہانہ لگاؤ تھا ____ حضرت نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

حُنین کی پہرہ داری:

حضرت سہل بن حنظلیہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حُنین کی لڑائی کے لیے روانہ ہوئے ____ اثنائے سفر میں شام کا وقت ہو گیا ____ میں نماز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں ایک سوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ میں آپ لوگوں کے آگے چلا۔ اور فلاں فلاں پہاڑی پر چڑھا۔ میں نے دیکھا کہ بنو ہوازن اپنے سینچائی والے اونٹوں دوسرے مویشیوں اور اپنی پردہ نشین عورتوں کو ساتھ لے کر حنین کی طرف جمع ہو گئے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے[1] اور فرمایا "انشاء اللہ کل یہ سب مسلمانوں کے لیے مال غنیمت ہوں گے۔" اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج کی رات ہم لوگوں کا پہرہ دار کون ہوگا؟ حضرت انس بن مرثد غنوی نے عرض کیا "یا رسول اللہ پہرہ داری کی خدمت میں انجام دوں گا۔"

آپ نے فرمایا۔ تو سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ

---

[1]: خوز و سعادت کے ۱۵۰ چراغ صفحہ ۲۵۹

کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے ان کو حکم دیا۔ اس گھاٹی کی طرف جو سامنے ہے چلے جاؤ۔ اور اوپر کی طرف ہی رہنا ـــــ یہ خیال رکھنا کہ رات تمہیں دھوکا نہ دے ـــ (یعنی ساری رات وہیں رہنا)

جب صبح کاذب ہوئی ـــ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلّے پر تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی ـــ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم لوگوں نے اپنے سوار کے بارے میں کچھ محسوس کیا۔؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابھی تک تو کچھ محسوس نہیں ہوا۔؟ اتنے میں نماز کے لیے تکبیر کہی گئی آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور آپؐ نے گھاٹی کی طرف التفات فرمایا جب آپؐ نماز سے فارغ ہو گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا خوش ہو جاؤ تمہارا سوار واپس آ گیا ہے ہم لوگوں نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان دیکھنا شروع کیا اتنے میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے ـــ اور سامنے کھڑے ہو کر سلام کیا ـــ پھر عرض کیا یا رسول اللہ میں یہاں سے چل کر گھاٹی کے اوپر کی جانب رہا۔ جیسا کہ آپ نے حکم دیا تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے گھاٹیوں کے دونوں جانب نظر دوڑائی اور غور سے دیکھا مگر کسی کو نہ پایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ان سے دریافت فرمایا کیا رات کو تم سواری سے اُترے تھے۔ انہوں نے عرض کیا نہیں مگر نماز پڑھنے اور رفع حاجت کے لیے (کچھ دیر کے لیے) آپؐ نے فرمایا تم نے (اپنے لیے جنّت) واجب کر لی۔ تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اگر اس کے بعد تم کوئی عمل نہ کرو۔

(ابو داؤد۔ بیہقی۔ ابونعیم)

(شارحین حدیث نے لکھا کہ "کوئی عمل نہ کرو" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرائض و واجبات وغیرہ بھی ترک کر دیئے جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ

Marfat.com

ہے کہ اس جیسا یعنی اللہ کی راہ میں پہریداری کرنے جیسا عمل نہ بھی کرسکو تو بھی آج کی کارگزاری نے تم کو جنّت کا مستحق بنادیا ہے)

استغفار کو اختیار کیا:

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جب عبداللہ بن اُبیّ کے جنازے پر نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو یہ بات بہت سے مسلمانوں کو بڑی شاق گزری چونکہ ہر ایک اس کی اسلام دشمن حرکات سے واقف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکے فوری طور پر آپؐ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اس پر نماز پڑھائیں گے حالانکہ وہ منافق تھا"

آپؐ نے تبسّم[1] فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اے عمر۔ میرے ہاتھ چھوڑ دو مجھے ان کے لیے ستر بار استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے لہذا میں نے استغفار کو اختیار کیا"

زور آزمائی کا دعوےٰ

کلامِ حق کی تکذیب کرنے میں مشرکینِ قریش ہمہ وقت مستعد رہتے جہاں کہیں ذرا سا بھی موقع پاتے اعتراض یا استہزاء کرنے سے باز نہ آتے۔ بلکہ ذرا سی بات کو بتنگڑ بنانا اور ڈھنڈورا پیٹنا تو ان کا جیسے معمول ہو

---

[1]: (جمال مصطفیٰؐ از عبدالعزیز عرفی صفحہ ۷۰۱-۷۰۲)

Marfat.com

گیا تھا۔ جب دوزخ اور اس پر معمور فرشتوں کی تعداد کے متعلق آیات نازل ہوئیں (اس پر اُنیس فرشتے ہوں گے اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتوں ہی کو بنایا ہے) تو انہیں ایک نیا حربہ مل گیا۔ ابوجہل نے سُنا تو بڑا شور مچایا۔ پھر ایک مقام پر کھڑے ہو کر با آواز بلند پکارنے لگا" اے قریش یہاں آؤ میں تم کو محمد بن عبداللہ کی ایک بات بتاؤں وہ کہتے ہیں کہ دوزخ پر انیس فرشتے مامور ہیں اگر یہ انیس کی جگہ نوّے بھی ہوں تو ہم سب مل کر انہیں آسانی سے ہرا دیں گے" اور پھر اسی طرح کا ٹھٹول کرتا ہوا چلا گیا۔

منکرین حق میں ایک اور شخص کلدہ بن اسید بن خلف بڑا طاقتور اور مانا ہوا پہلوان تھا دُور دُور تک اس کی دھاک تھی۔ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا اور دس طاقتور پہلوانوں سے کہتا کہ گائے کی کھال کو اس کے پیروں تلے سے نکال سکو تو نکال لو۔ دسوں مل کر زور لگاتے اور اس کے قدموں کو جنبش تک نہ ہوتی۔

یہ مشرک حق جہاں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مل جاتا تو اپنی طاقت اور شہرت کے بل بوتے پر کہتا" اگر آپ مجھے گرا دیں تو میں آپؐ کی نبوّت پر ایمان لے آؤں" آپ اس کی بات ہنس کر ٹال دیتے لیکن وہ اس کو آپؐ کی کمزوری سمجھتے ہوئے غراتا۔ گو آپؐ پہلوان نہ تھے۔ لیکن اس دور کے معاشرتی تقاضوں کے مطابق فن حرب اور کُشتی سے واقف ضرور تھے۔ لہٰذا جب اس پہلوان کا تقاضہ شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا تو آپؐ نے اللہ کے توکل پر ایک دن آمادگی کا اظہار کر دیا۔ کُشتی ہوئی اور آپؐ نے

لہ: جمال مصطفیٰ صفحہ ۴۱۔۴۲

Marfat.com

اسے ایک بار نہیں متعدّد بار گرایا۔ یہ دیکھ کر ہر آدمی متحیّر اور مُتعجب تھا لیکن وہ ہٹ دھرم کہاں ایمان لانے والا تھا۔ اب فرشتوں کی تعداد سے متعلق آیات سنیں تو بھی بھرے مجمع میں کہنے لگا "لوگو تم صرف دو فرشتوں کو روک لینا۔ باقی کو میں سنبھال لوں گا۔"

حواریِ رسولؐ کا جوشِ غضب :

بعثت کے ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک دن مکّہ میں ایک وحشت اثر خبر پھیل گئی۔ اس منحوس خبر نے پرستارانِ حق کو سخت اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ تھے۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے۔؟ ابھی ابوطالب زندہ ہیں — اور بنو ہاشم کی تلواریں کُند نہیں ہو گئی ہیں۔ یہ خبر صحیح تھی یا محض افواہ تھی اس کے بارے میں کوئی بھی یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا تھا — کچھ لوگ کہتے تھے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے اور کچھ کا کہنا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں بنو ہاشم سخت غیض و غضب کے عالم میں تھے۔ وہ اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہے تھے۔ کہ بنو اسد کے ایک نوجوان کے کانوں میں بھی اس کی بھنک پڑ گئی سولہ سال کی عمر کے اس کشیدہ قامت اور قوی الجثّہ نوجوان کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ وہ تھوڑی ہی دیر پہلے قیلولہ کرنے اپنے گھر آیا تھا۔ یہ خبر سنتے ہی تڑپ کر اٹھا۔ کھونٹی سے تلوار اُتار کر اس کا نیام زمین پر پٹک دیا۔ اور شمشیر بکف مکّہ کی گلیوں میں کُود گیا۔ اس کا رُخ مکّہ کے بالائی حصّہ میں واقع سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس کی جانب

Marfat.com

تھا۔ اس وقت جوشِ غضب سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اور وہ نہایت تیزی سے گلیاں طے کر رہا تھا۔ جلد ہی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ مبارک پر پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اس کی مسرت کی انتہا نہ رہی کہ مہبطِ وحی و رسالت خیر و عافیت کے ساتھ رونق افروز ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بکف نوجوان کو دیکھ کر متبسّم ہو گئے اور فرمایا "کیوں بھائی خیر تو ہے اس وقت تم شمشیر برہنہ سونت کر کیسے آ رہے ہو؟"

نوجوان نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں نے سنا تھا کہ آپؐ کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا شاید آپؐ شہید کر دیئے گئے ہیں"

ارشاد ہوا "اچھا تو یہ بات ہے اور اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟" نوجوان نے بے ساختہ عرض کیا "یا رسول اللہ خدا کی قسم میں اہلِ مکّہ سے لڑ مرتا" اس کا جواب سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی آپؐ نے اس نوجوان کے جذبۂ فدویت کی تحسین فرمائی۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ بلکہ اس کی تلوار کو بھی دُعا دی۔ کہ یہ پہلی تلوار تھی جو راہ حق اور رسول برحق کی حمایت میں بلند ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق یہ نوجوان بنو اسد کے گُل سر سبد سیّدنا حضرت زبیرؓ بن العوام تھے۔[1]

میرے ماں باپ تم پر قربان:

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت

---

[1]: تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۴۵-۴۶

Marfat.com

منقول ہے کہ غزوہ احزاب میں عمرؓ بن ابی سلمہ اور میں عورتوں کے ساتھ کر دیئے گئے تھے ـــ میں نے دیکھا کہ زبیرؓ گھوڑے پر سوار دو یا تین مرتبہ بنی قریظہ کی طرف گئے اور واپس آئے۔ جب (شام کو) میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا ابّا جان میں نے آپ کو (بنی قریظہ کی طرف) جاتے دیکھا تھا حضرت زبیرؓ نے فرمایا "بیٹا تم نے مجھے دیکھا تھا"

میں نے کہا "ہاں"

حضرت زبیرؓ نے فرمایا

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کون بنو قریظہ کی خبر لاتا ہے میں گیا جب واپس آیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے ماں باپ جمع کیے اور فرمایا

فِدَاکَ اُبِیّ وَاُمِّیؕ

(میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں)

(اکثر اہلِ سیر کا بیان ہے کہ فداکَ ابی وامی کے الفاظ لسانِ رسالتؐ سے حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے سوا کسی اور کے لیے نہیں نکلے)

حضرت عبداللہؓ ابن مسعود کا تبسّم:

حضرت عبداللہؓ بن مسعود روایت حدیث میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے۔ انہیں ہر لحظہ یہ خوف دامنگیر رہتا تھا۔ کہ حدیث بیان کرتے وقت کوئی ایسا لفظ زبان سے نہ نکل جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمایا ہو۔ حدیث روایت کرتے وقت بڑے مودّب انداز میں بیٹھتے اور ایک ایک لفظ

ایسی احتیاط سے زبان سے نکالتے۔ گویا ذمہ داری کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔ مسند احمد حنبل میں ہے کہ ایک دفعہ ایک حدیث بیان کرنے کے بعد متبسّم ہو گئے پھر لوگوں سے فرمایا "تم نے پوچھا نہیں کہ میں کیوں مسکرایا" لوگوں نے کہا "آپ ہی فرمایئے" ارشاد ہوا "اس لیے کہ اس موقع پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح تبسّم فرمایا تھا"[1]

ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ حدیث بیان کرتے ہوئے "قال قال رسول اللہ" کے الفاظ زبان سے نکالنے سے حتی الوسع احتراز کرتے تھے اگر کبھی یہ الفاظ زبان سے نکل جاتے تو جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی اور فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ یا اس کے ہم معنی الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔

اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد چند دن قُبا میں قیام فرمایا قُبا کے اثنائے قیام میں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک میانہ قد گھنی ڈاڑھی اور نہایت سُرخ چہرے والے ایک صاحب افتاں و خیزاں مجلس نبوی میں وارد ہوئے ان کا لباس گرد آلود تھا۔ چہرے پر تکان کے آثار تھے۔ اور ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ کسی لمبے سفر سے آ رہے ہیں۔ اور ان کی آنکھ دکھ رہی ہے ان صاحب

---

[1] : تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۱۴۵

نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حاضرین مجلس کو سلام کیا اور پھر کچھ کہے سنے بغیر کھجوروں کے شغل میں شریک ہو گئے۔ ان کے کھانے کا انداز ان کی شدت گرسنگی کی غمازی کر رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یا رسول اللہ ملاحظہ فرمایئے ان کی آنکھ دکھ رہی ہے اور کس شوق سے کھجوریں کھا رہے ہو۔"

چونکہ آشوب چشم کی حالت میں کھجور کھانا مضر ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا "سبحان اللہ تمہاری آنکھ ہوئی ہے اور تم کھجوریں کھا رہے ہو۔"

ان صاحب نے عرض کیا "یا رسول اللہ میں اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں جو اچھی ہے۔"

ان کا جواب سن کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے[1] کہ دندان مبارک کا نور ظاہر ہونے لگا۔

کھجوروں سے فارغ ہو کر وہ صاحب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا" واہ صاحب آپ خود تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آ گئے اور مجھے ساتھ نہ لیا۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے بھی اس عاجز کا خیال نہ فرمایا میں مکہ میں تنہا رہ گیا۔ اور قریش مجھ پر چڑھ دوڑے —— اپنا مال و اسباب سب کچھ دے کر بڑی مشکل سے جان چھڑائی اور آپ تک پہنچا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا" ابو یحییٰ تم نے بڑی نفع بخش

---

[1] : تیس پروانے شمع رسالت کے۔ صفحہ ۲۰۷-۲۰۸

Marfat.com

تجارت کی ابو یحییٰ تم نے بڑی نفع بخش تجارت کی"۔ اس کے ساتھ ہی وحی الٰہی کے یہ الفاظ لسانِ رسالت پر جاری ہو گئے۔

ترجمہ (لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی جانیں اللہ کی رضا کے لیے بیچ دیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔)

یہ صاحب جن کی استقامت اور قربانی کو بارگاہِ خداوندی میں کھلے لفظوں میں شرف قبول حاصل ہوا۔ جن کے جذبۂ فدویت کی خیرالخلائق فخر کائنات محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بن سنان رُومی تھے۔

بنو نجّار کی لڑکیاں:

(ہجرت کے بعد قُبا سے رخصت ہو کر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یثرب یعنی مدینۃ النّبی میں تشریف لائے تو) جس وقت کوکبۂ نبوی کسی کوچے میں داخل ہوتا۔ تو دونوں طرف کے مکانات کی چھتوں پر ایستادہ پردہ نشینانِ انصار کے لبوں پر بہجوم شوق و مُسرّت میں یہ ترانہ جاری ہو جاتا ہے:۔

ترجمہ: "ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔ کوہ وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔

جب تک دُعا مانگنے والے دُعا مانگیں

اے ہم میں مبعوث ہونے والے

آپؐ ایسے امر کے ساتھ آئے ہیں جس کی اطاعت فرض ہے"

بنو نجار کے جوش و خروش اور مُسرّت و ابتہاج کی تو کوئی انتہا نہ تھی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی رشتہ دار ہونے کی بنا پر ان کو یقین تھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہی کو شرف میزبانی بخشیں گے اور

اس طرح ان کو محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ بننے کی سعادت نصیب ہو گی بنو نجار کی معصوم بچّیاں دف بجا بجا کر یہ ترانہ گا رہی تھیں۔

ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں
محمدؐ کیا ہی اچھّے ہمسایہ ہیں

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان لڑکیوں کے پاس سے گزرے تو متبسّم ہو کر ان سے فرمایا "بچیّو کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو"

انہوں نے بیک آواز کہا "ہاں یارسول اللہ"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم بھی مجھ کو عزیز ہو"[1]

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضؓ بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے اس دن سے زیادہ مبارک اور پُرمسرّت دن کوئی نہیں دیکھا۔ جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز مدینہ ہوئے اس دن مدینہ کے در و دیوار طلعت اقدس سے جگمگا اٹھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کا رنگ:

سیدالانام رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس مطہرہ تقدّس۔ متانت اور وقار کا مظہر اتم ہوتی تھیں۔ ان میں ہمیشہ ہدایت وارشاد۔ اخلاق۔ اعمال۔ تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کی باتیں ہوتی تھیں۔ حاضرینِ مجلس سر جھکا کر اس طرح موّدب بیٹھتے۔ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ مشہور صحابی حضرت عروہ رضؓ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کی طرف سے

---

[1] : تیس پروانے شمع رسالت کے، صفحہ ۲۵۵ - ۲۵۶

سفیر بن کر دربار نبوت میں حاضر ہوئے اس وقت تک یہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مجلس نبوی میں شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کا طرز عمل دیکھا تو ششدر ہو گئے قریش کے پاس جا کر ان سے کہا:۔

"برادران قریش میں دنیا کے بڑے بڑے فرمانرواؤں (قیصر روم کسریٰ ایران، نجاشی حبشہ) کے درباروں میں گیا ہوں لیکن محمد ﷺ کے ساتھی جس طرح محمد ﷺ کے والہ و شیدا ہیں اور جس قدر ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ میں نے کسی بادشاہ کے دربار میں عقیدت اور وارفتگی کا یہ منظر نہیں دیکھا محمد ﷺ تھوکتے ہیں تو یہ لوگ اسے ہاتھوں پر لیتے ہیں اور اپنے جسم اور چہرے پر مل لیتے ہیں۔ محمد ﷺ وضو کرتے ہیں تو یہ لوگ مستعمل پانی کے ایک ایک قطرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آپس میں لڑ مریں گے۔ محمد ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص اس کی تعمیل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے ان کے سامنے کوئی شخص بلند آواز سے گفتگو نہیں کرتا اور نہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھتا ہے۔"[1]

یہ مجالس نبوی کی ایک ہلکی سی جھلک تھی لیکن ان ساری باتوں کے باوصف ان مجالس اقدس میں خشکی اور افسردگی کی کیفیت نہیں ہوتی تھی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے نہایت خندہ روئی سے گفتگو فرماتے اور بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف طبع ساری مجلس کو شگفتہ کر دیتا ایسے موقعوں پر بعض صحابہ کرام ؓ بھی پاکیزہ مزاح اور ظرافت کی باتیں کر لیتے جن سے ان کے دوسرے ساتھی محظوظ ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی متبسم ﷺ ہوتے ایسی ہی ایک مبارک مجلس کا ذکر ہے کہ اس میں ایک ملیح

---

[1] : تیس پروانے شمع رسالت کے، صفحہ ۲۹۵-۲۹۶

Marfat.com

اور ہنس مکھ صاحب رسول ظریفانہ باتوں سے اپنے ساتھیوں کو ہنسا رہے تھے۔ جب ان کے مزاح کی لے کچھ زیادہ ہی تیز ہو گئی تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے ٹھوکا دیا۔ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپؐ کی چھڑی نے مجھے تکلیف پہنچائی۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو بھائی مجھ سے بدلہ لے لو"

بولے "حضورؐ آپؐ کی چھڑی تو میرے ننگے بدن کو لگی لیکن آپؐ کے بدن پر قمیص ہے بدلہ کیسے پورا ہو سکتا ہے۔"

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنا پیرہن مبارک اٹھا دیا اور فرمایا "آؤ بھائی اب بدلہ لے لو"

اُن صاحب کی آنکھیں فرطِ جذبات سے نم ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ لپٹ گئے اور آپ کے پہلوئے اقدس پر بوسوں کا تار باندھ دیا پھر رُندھی ہوئی آواز میں عرض کیا "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ میں اور آپؐ سے بدلہ لوں؟" واللہ میرا تو مقصود یہ تھا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس کو چُومنے کی سعادت نصیب ہو۔"

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ عاشقِ صادق حضرت اُسیدؓ بن حضیر الکتائب اشہلی انصاری تھے ۔۔۔

حضرت اُسیدؓ نے جُست لگائی :

علامہ محمد بن سعدؒ (کاتب الواقدی) نے طبقات کبیر میں لکھا ہے کہ ہجرت نبوی کے بعد (غالباً ۵ھ میں) ایک دفعہ ابو سفیان نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں شہید کرانے کا منصوبہ بنایا اور اس کام کے لیے

Marfat.com

عمرو بن امیہ الضمری کو منتخب کیا (ابھی وہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) عمرو ایک خنجر کپڑوں کے نیچے چھپا کر ایک تیز رفتار اونٹ پر عازم مدینہ ہو گئے چھٹے دن مدینہ کے قریب ظہر الحرہ کے مقام پر پہنچے۔ اونٹ کو وہیں چھوڑا اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ پوچھتے پوچھتے مسجد بنو عبد الاشہل میں آئے۔ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی ایک جماعت کے درمیان استراحت فرما رہے تھے۔ آپ کی نگاہ عمرو پر پڑی تو فرمایا اس شخص کی نیت نیک معلوم نہیں ہوتی۔ صحابہ میں حضرت اُسیدؓ بن حضیر بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر چیتے کی طرح جست لگائی اور عمرو کو اپنی گرفت میں لے لیا ان کی تلاشی لی گئی تو کپڑوں سے خنجر برآمد ہوا۔ عمرو بڑے شہ زور اور تیز رفتار آدمی تھے۔ انہوں نے بھاگنے کی بہت کوشش کی لیکن حضرت اُسید کی مضبوط گرفت کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ چلی بے بس ہو کر اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔۔۔ اور سارا واقعہ من و عن بیان کر دیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسّم ہو کر حضرت اُسید سے فرمایا۔

"اسے چھوڑ دو۔ میں اسے معاف کرتا ہوں"

عمرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحیمی دیکھ کر فوراً مُشرّف بہ اسلام ہو گئے لیکن حافظ ابن عبدالبرؒ اور ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ ایسی تمام روایات جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابوسفیان اسلام لانے سے پہلے فلاں موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی ضعیف ہیں۔۔۔ ہو سکتا ہے دوسرے اہل مکّہ نے کوئی ایسا منصوبہ بنایا ہو۔

ہم نے خود بخود ہی اسلام قبول کیا:

۸ھ میں مکّہ معظمہ پر پرچم اسلام بلند ہوا۔ تو معبودانِ باطل کے پرستاروں پر ہیبت حق طاری ہو گئی۔ ۹ھ میں تو اس کثرت سے وفود آئے کہ اس سال

Marfat.com

کا نام ہی "عام الوفود" پڑ گیا۔ اسی سال کے اوائل کا ذکر ہے کہ ایک دن دس قوی ہیکل اور بارعب آدمی اس شان سے مدینہ منوّرہ میں وارد ہوئے کہ اُن کے ہاتھوں میں علم تھے۔ اور برچھیوں اور تلواروں کی چمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ انہوں نے اپنے اونٹ مسجد نبوی کے باہر باندھے اور اس طرح قدم اٹھاتے ہوئے بارگاہِ نبوّت کی طرف روانہ ہوئے۔ گویا زمین ان کے بوجھ کے نیچے دبی جا رہی ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو فخریہ لہجے میں عرض کیا۔

"یارسول اللہ ہم بنو اسد بن خزیمہ کے لوگ ہیں آپؐ نے اپنا کوئی آدمی ہماری طرف نہیں بھیجا بلکہ ہم نے خود ہی اسلام قبول کیا اور پھر دور دراز کی مسافت طے کر کے آپ کی خدمت میں آئے۔"

بنو اسد بڑے جنگجو اور شجاع لوگ تھے۔ انہوں نے کفر و اسلام کے معرکوں میں ہمیشہ قریش کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن فتح مکّہ کے بعد انہوں نے خود بخود ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور بیعت سے مشرف ہونے کے لیے اپنے قبیلے کا ایک وفد مدینہ منوّرہ بھیجا تھا۔ اس وقت اس وفد نے جو کچھ کہا وہ حرف بحرف درست تھا۔ لیکن ان کے لہجے سے یُوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے اسلام کا احسان رکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ نازش پسند نہ آئی اور ارشاد ہوا۔

(ترجمہ) (اے نبیؐ) یہ لوگ تم پر یہ احسان رکھتے ہیں کہ ہم اسلام لائے کہہ دو۔ کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت کی اگر تم اپنے قول

Marfat.com

میں سچّے ہو ــــ (الحجرات)

اس موقع پر اراکین وفد میں سے ایک وجیہہ اور تنومند شخص آگے بڑھے اور پُرسوز لہجے میں یہ شعر پڑھے ــــ

(ترجمہ) میں نے بادہ نوشی ترک کر دی۔ اور ظروف بادہ توڑ ڈالے۔ اور اس ذات کی طرف آیا جو بہت بلند ہے اور جس کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں ہے میری تمام قوّت اور کوشش مسلمانوں سے جنگ کرنے میں صرف ہوتی تھی۔

اے میرے ربّ میرے مال میں کساد بازاری نہ ہو میں نے اپنا مال اور اقربا ہمیشہ کے لیے تیری راہ میں بیع کر دیئے ہیں۔

ان اشعار کو سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم متبسّم ہو گئے اور فرمایا "تمہاری تجارت خسارے میں نہیں رہی"

یہ صاحب جن کے اخلاص اور ایثار کو بارگاہ رسالت میں شرف قبول حاصل ہوا۔ اور جن کے طرز عمل کو سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے نفع مند سودا قرار دیا حضرت ضرارؓ بن ازور اسعدی تھے۔

انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم متبسّم ہو جایا کرتے تھے:

حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی کا شمار ان خوش قسمت صحابہؓ میں ہوتا ہے جن سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف محبت فرماتے تھے۔ بلکہ ان کی تعظیم و تکریم بھی فرمایا کرتے تھے۔ جب وہ پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھا دی۔ اور لوگوں کو بھی حکم دیا ــــ کہ جب کسی قوم کا کوئی معزز

Marfat.com

آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کی عزّت کیا کرو۔ اس کے بعد بھی جب کبھی جریرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ ان کے ساتھ نہایت عزّت و احترام سے پیش آئے۔ وہ مدینہ منورہ آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ضرور شرف باریابی بخشتے۔

صحیح مسلم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے تو متبسّم ہو جاتے۔ اور آپ کے روئے انور پر بشاشت پھیل جاتی۔ اگر کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جریرؓ کا ذکر آجاتا تو آپؐ نہایت اچھے الفاظ میں ان کا ذکر فرماتے۔ خود حضرت جریرؓ کا بیان ہے کہ :۔

"ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ آیا۔ اور سواری بٹھا کر کپڑوں کے تھیلے سے اپنا جبّہ نکالا اور اسے زیب تن کر کے مسجد نبوی کی طرف روانہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا لوگ میری طرف عجیب شفقت کے انداز میں دیکھنے لگے۔ میں نے اپنے قریب کے آدمی سے پوچھا "عبداللہ۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا تذکرہ فرما رہے تھے؟"

انہوں نے کہا "ہاں۔ ابھی خطبہ کے دوران میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں اس دروازہ یا کھڑکی کے راستے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص آئے گا۔ اس کے چہرے پر بادشاہی کی علامت ہوگی" میں اپنے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات سُن کر بہت مسرور ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

لڑکے کے کانوں نے ٹھیک سُنا :

۹ھ میں خشک سالی اور قحط نے عرب میں قیامت ڈھا دی تھی ان ہی

Marfat.com

دنوں میں رومیوں کے لشکر کے متعلق یہ خبر سن کر لوگ دھک سے رہ گئے کہ عنقریب عرب پر حملہ کرنے والا ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقابلہ کرنے کے لیے سرحد تک آگے بڑھنے والے ہیں۔ ایمان والے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام پر فوراً تیار ہو گئے لیکن دوسرے لوگ (منافقین وغیرہ) حیلہ جوئی اور پہلوتہی میں مصروف ہو گئے یہ لوگ مسلمانوں میں بددلی پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ کھجور کی فصل بالکل تیار ہے تمہاری غیر حاضری میں یہ بالکل برباد ہو جائیگی اور تم کہیں کے نہ رہو گے۔ اور کبھی کہتے کہ اس ہولناک گرمی میں تم جھلس کر رہ جاؤ گے اور زندہ واپس نہیں آؤ گے۔ کبھی رومیوں کی زبردست جنگی قوت کا حال بتا کر انہیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ لوگ اکثر سویلم نام ایک یہودی کے مکان پر جمع ہوتے اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کے منصوبے بناتے۔ انہی ایام میں ایک دن خدا جانے جلاس بن سوید کو کیا ہو گیا کہ منافقین کے بہکاوے میں آگئے یا کھجور کی نہایت عمدہ فصل نے ان کی مت مار دی اچھے بھلے مسلمان کئی غزوات میں بھی شرکت کا شرف انہیں حاصل تھا لیکن وائے بدقسمتی کہ ایک مجلس میں ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

"اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں" اس موقع پر حضرت عمیرؓ بن سعد بھی موجود تھے (یہ جلاس کے ربیب یعنی پروردہ تھے) وہ اگرچہ نوعمر تھے۔ لیکن ان کی پیشانی پر صبح سعادت کا نور چمک رہا تھا ــــ اور دل میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سمندر موجزن تھا ــــ اپنے آقا و مولا کے بارے میں جلاس کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو ان کا خون کھول اٹھا اور کڑک کر بولے۔

Marfat.com

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچے ہیں اور تم یقیناً گدھوں سے بدتر ہو"
جلاس نے عمیرؓ کی بات سنی تو سناٹے میں آگئے یہ لڑکا جس نے کبھی ان کے سامنے آنکھ تک نہ اُٹھائی تھی۔ آج ان کے منہ آرہا تھا۔ بڑے جزبز ہوئے اور بولے "کیا اسی دن کے لیے میں نے تجھے پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ اب میں تیری کفالت سے باز آیا۔ کوئی اور جگہ ڈھونڈ دو۔"

سوتیلے باپ سے جلی کٹی سننے کے بعد عمیرؓ سیدھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ اور سارا واقعہ بلا کم و کاست عرض کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاس کی جسارت پر اظہار افسوس فرمایا۔ اور فوراً ان کو بُلا بھیجا وہ حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا

"جلاس کیا تم نے آج فلاں مجلس میں یہ الفاظ کہے تھے"

جلاس کو اقرار کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ صاف انکار کر گئے اس وقت لسانِ رسالتؐ پر یہ آیت جاری ہو گئی۔

(ترجمہ) (وُہ) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے تو نہیں کہا۔ حالانکہ بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا۔ اور مسلمان ہوئے پیچھے کافر ہوئے اور ایسی چیز کا قصد کیا۔ جس کو نہ پایا۔ اور یہ سب کا بدلہ دیا۔ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے ان کو دولت مند کر دیا۔ سو وُہ اگر توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے الفاظ پڑھتے جاتے تھے۔ اور جلاس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ جب آپؐ خَیْرًا لَّهُمْ پر پہنچے تو جلاس کی چیخ نکل گئی بے اختیار رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا۔

Marfat.com

"یا رسول اللہ، خطا کار ہوں۔ درگزر چاہتا ہوں۔ مجھ سے بھول ہوئی
اب توبہ کرتا ہوں۔ للہ بخش دیجئے"

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رؤف و رحیم بھی تھے آپؐ کو جلاس پر
رحم آگیا اور آپؐ نے معاف فرما دیا۔ اس کے بعد وہ حقیقی معنوں میں مسلمان
ہوگئے اور پھر اپنے کسی قول یا فعل سے کبھی شکایت کا موقع نہ دیا۔ توبہ قبول
ہونے کی خوشی میں انہوں نے عمیرؓ کو پھر اپنی کفالت میں لے لیا۔ اور جب
تک زندہ رہے —— ان کو اپنے سے جُدا نہ کیا۔

جلاس کے اعتراف گناہ اور قبول توبہ کے موقع پر حضرت عمیرؓ کو یہ شرف
حاصل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت آمیز انداز میں ان کا کان پکڑ
کر مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"لڑکے تیرے کانوں نے ٹھیک سُنا تھا"[1]

خنجر کیا کرو گی؟

فتح مکّہ کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ حضرت اُمّ سُلیمؓ کے
ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے اس غزوہ میں انہوں نے ایسی بے مثال
شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا کہ اپنے اور بیگانے سبھی اس کو دیکھ کر
دنگ رہ گئے۔ بنو ہوازن کے ماہر قدر اندازوں نے گھات میں بیٹھ کر اس
شدّت سے تیر اور پتّھر برسائے کہ مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ اس
موقع پر جو لوگ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کوہ استقلال بن کر میدان جنگ

---

[1] : تیس پروانے شمع رسالت کے، صفحہ ۳۵۹ - ۳۶۱

ہیں ڈٹے رہے ان میں حضرت ابو طلحہؓ بھی تھے۔ انہوں نے اس دن بیس اکیس مشرکوں کو واصل جہنم کیا جب گھمسان کا رن پڑ رہا تھا تو حضرت اُمّ سُلیمؓ ہاتھ میں خنجر لیے شمع نبوت پر قربان ہونے کے لیے کمربستہ کھڑی تھیں اور حضرت ابو طلحہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں ایسی وارفتگی سے لڑ رہے تھے کہ سر پیر کا ہوش نہیں تھا۔ اُمّ سُلیمؓ پر نظر پڑی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہؐ اُمّ سُلیمؓ ہاتھ میں خنجر لیے کھڑی ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سُلیمؓ سے پوچھا "خنجر کیا کرو گی"

انہوں نے جواب دیا "یا رسول اللہ کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی"۔[ل]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جواب سن کر متبسّم ہو گئے۔

تمھاری چڑیا کو کیا ہوا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو طلحہؓ اور ان کے اہلِ خاندان سے بڑا لگاؤ تھا۔ آپؐ کبھی کبھی ان کے گھر تشریف لے جاتے اور دوپہر کو وہیں آرام فرماتے۔ ابو طلحہؓ کے ایک کمسن فرزند ابو عمیر تھے انہوں نے ایک خوش آواز پرندہ پال رکھا تھا۔ اتفاق سے وہ مر گیا۔ ننھے ابو عمیر کو بڑا صدمہ ہوا۔ اسی اثنا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ابو عمیر کا چہرا اُترا ہوا دیکھا تو حضرت اُمّ سُلیمؓ سے پوچھا "کیا بات ہے آج ابو عمیر

ل: تیس پروانے شمع رسالت کے، صفحہ ۹۰ - ۹۱

Marfat.com

کچھ سُست ہے" انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ! ابوعمیر کی چڑیا (نغیر) جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا آج مرگئی ہے اس لیے وہ غمگین ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعمیر کو اپنے پاس بُلایا۔ اور مسکراتے ہوئے اپنا دست شفقت ان کے سر پر رکھ کر فرمایا "اے ابوعمیر تیری چڑیا کو کیا ہوا"، ابوعمیر رض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُن کر ہنس پڑے۔ اور پھر کھیل کود میں مشغول ہوگئے اس وقت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ـــــ

یہ بد دُعا نہیں ہے :

ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک لڑکی سے فرمایا "تیرا سن زیادہ نہ ہو"

وہ روتی ہوئی حضرت اُمِ سُلیم رض کے پاس گئیں (غالباً وہ ان کی پروردہ تھیں) اور کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یُوں فرمایا ہے۔ اب میرا سن ترقی نہ کرے گا ــــ حضرت اُمِ سُلیم رض فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ آپ نے میری یتیمہ کو بددعا دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا "میں بھی انسان ہوں۔ اور

۱؎ : تذکار صحابیات صفحہ ۴۰۔۴

۲؎ : بعض جگہ یہ الفاظ آئے ہیں
"اے ابوعمیر تیری نغیر نے کیا کیا ؟"

۳؎ : تذکار صحابیات صفحہ ۵۸،

Marfat.com

دوسرے انسانوں کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہوں۔ پس جس کو میں ایسی بددعا دوں جس کا وہ مستحق نہیں۔ تو یہ اس کے لیے تزکیہ اور نیکی ہوگی۔

سمندری جہاد:

حجتہ الوداع (۱۰ھ) کے چند دن بعد کا ذکر ہے کہ ایک روز رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے قبا تشریف لائے اور اپنی ایک قرابت دار خاتون کے ہاں قیام فرمایا جو آپؐ کی دل وجان سے عقیدت مند تھیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپؐ کھانا کھا کر لیٹ گئے وہ خاتون آپؐ کے سراقدس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں کہ کوئی جُوں ہو تو اسے نکال دیں۔ جلد ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آگئی لیکن تھوڑی دیر بعد آپ بیدار ہو گئے اس وقت آپؐ کے لب ہائے مبارک پر تبسّم تھا۔

آپؐ نے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری امّت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے آمادہ سفر ہیں"

وہ خاتون عرض پیرا ہوئیں "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان دُعا فرمایئے۔ کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہو"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اور پھر سو گئے تھوڑی دیر بعد پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ اور وہی خواب بیان فرمایا۔ میزبان خاتون نے اب کی بار بھی سابقہ دُعا کے لیے عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

لہ: تذکار صحابیات صفحہ ۴۱۵ - ۴۱۸

نے فرمایا "تم بھی اسی جماعت کے ساتھ ہو"

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر خاتون کو اس قدر مُسرت ہوئی کہ ان کی زبان پر بے اختیار تکبیر و تہلیل جاری ہوگئی یہ خاتون جن کو فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اور جنہیں لسانِ رسالت نے مجاہدین فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کی بشارت دی۔ حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان انصاریہ تھیں۔

اس خواب کی تعبیر حضرت عثمان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں یوں پُوری ہوئی کہ ۲۸ھ میں حاکم شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کی اجازت سے جزیرہ قبرص (CYPRUS) کی تسخیر کے لیے ایک بحری بیڑا روانہ کیا۔ اسلامی لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ شامل تھے۔ جن میں ایک حضرت عبادہؓ بن صامت تھے حضرت اُمّ حرامؓ کو راہ خدا میں جہاد کرنے اور رتبہ شہادت پر فائز ہونے کی بے حد تمنّا تھی۔ وہ بھی اپنے شوہر کے ہمراہ اس لشکر میں شامل ہو کر قبرص گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اور قبرص پر پرچم اسلام بلند ہو گیا۔ جب مجاہدین اس مہم کے بعد واپس ہونے لگے تو حضرت اُمّ حرامؓ بھی سواری پر بیٹھنے لگیں۔ جانور منہ زور تھا۔ اس نے زمین پر گرا دیا۔ حضرت اُمّ حرامؓ سخت زخمی ہوئیں اور اس صدمہ سے وفات پائی۔ امام بخاریؒ اور ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ سرزمین قبرص ہی کو ان کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔

مشرک کی بدحواسی:

علامہ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ غزوہ اُحد کے دن حضرت سعدؓ بن

Marfat.com

ابی وقاص نے ایک ہزار تیر چلائے۔ اثنائے جنگ میں ایک مشرک ابوسعید بن طلحہ (یا دوسری روایت کے مطابق طلحہ بن ابی طلحہ) مسلمانوں پر بڑھ چڑھ حملے کر رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے تاک کر اسکے حلق میں ایسا تیر مارا کہ اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل آئی اور وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا۔ ایک اور مشرک نے بھی اپنے تند و تیز حملوں سے مسلمانوں پر آفت ڈھا رکھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو حکم دیا، کہ اس کو اپنے تیر کا نشانہ بناؤ۔ اتفاق سے اس وقت ترکش میں کوئی تیر نہ بچا تھا۔ تاہم حضرت سعدؓ نے پھل کے بغیر ایک تیر اٹھا کر ایسی مہارت سے اس مشرک کی پیشانی پر مارا۔ کہ وہ بدحواس ہو کر پیچھے کی طرف گر گیا۔ اور برہنہ ہوگیا۔ حضورؐ حضرت سعدؓ کی ماہرانہ تیر اندازی اور اس مشرک کی بدحواسی پر بے اختیار ہنس پڑے (بعض روایات کے مطابق یہ واقعہ غزوہ احزاب میں پیش آیا)

Marfat.com

اگر اسامہؓ لڑکی ہوتے:

طبقات ابن سعدؒ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کاشانۂ نبوی میں بیٹھے تھے (یہ ان کے بچپن کا واقعہ ہے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی موجود تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہؓ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"عائشہ اگر یہ لڑکی ہوتی۔ تو میں اس کو خوب زیور پہناتا اور بناتا سنوارتا۔ تاکہ اس کے حسن و جمال کی شہرت ہوتی اور لوگ جگہ جگہ سے اس کے رشتے کے لیے پیغام بھیجتے۔"

قیافہ شناس کی بات:

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو بارگاہ نبوی میں جو خصوصیت حاصل تھی۔ اس کی بنا پر منافقین ان سے بہت حسد کرتے تھے۔ اور ان کے نسب میں تہمت لگاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی باتیں پہنچتیں تو آپؐ کو بہت رنج ہوتا۔ اس زمانے میں ایک دن عرب کا ایک مشہور قیافہ شناس مجرز مدلجی (یا اسلمی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت اسامہؓ اپنے والد زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ ایک چادر اوڑھے سو رہے تھے۔ دونوں کے پاؤں البتہ چادر سے باہر تھے۔ مجرز نے پاؤں دیکھ کر کہا کہ یہ پیر ایک دوسرے سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے ہنستے ہوئے حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تم نے سنا مجرز نے ابھی اسامہؓ اور زیدؓ کے پاؤں دیکھ کر کہا کہ یہ ایک دوسرے سے پیدا ہیں۔

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مُسرّت کا یہ سبب تھا کہ مجرز نے جو کچھ کہا اس کی وجہ سے حاسدوں کے منہ بند ہو گئے کیونکہ ان کے نزدیک قیافہ شناسوں کی باتیں الہام کا درجہ رکھتی تھیں ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بہت بلند تھی۔ کہ آپؐ کو قیافہ شناسوں کی احتیاج ہو۔

مزاح کی برداشت:

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمی بڑے زندہ دل آدمی تھے اور اکثر ہنسنے ہنسانے کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ ابن عساکرؒ نے زہریؒ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ بعض صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی

Marfat.com

کہ عبداللہ بن حذافہ مزاحیہ باتیں کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا اُسے چھوڑ دو۔ اس کا اندرون اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔

تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے :

۱۰ہجری رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے حج سے فارغ ہونے کے بعد حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مُوئے اقدس ترشوانے کے لیے کسی آدمی کی تلاش ہوئی ایک صاحب رسول جو مُوتراشی کا کام جانتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بڑے ذوق شوق سے اس خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا جب انہوں نے استرہ ہاتھ میں لیا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسّم ہو کر فرمایا۔

" بھائی تم کو اللہ کے رسول نے اپنے کان کی لو تک اس حالت میں قابو دے دیا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے۔"

ان صاحب نے بے ساختہ عرض کیا " یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ خدا کی قسم۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر عظیم احسان اور کرم ہے کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے اقدس تراشنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔"

یہ صاحب رسول جن کو حجتہ الوداع کے موقع پر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے اقدس تراشنے کی سعادت نصیب ہوئی اور جنہوں نے اس خدمت کو اپنے لیے لازوال شرف و افتخار کا باعث جانا حضرت معمرؓ بن عبداللہ عدوی تھے۔

لے : رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۲۱۹

Marfat.com

حضرت عکرمہؓ کا عظیم رتبہ :

حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کے عُلوِ مرتبت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو موقعوں پر ان کے جنّتی ہونے کی بشارت دی ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حالتِ کفر میں حضرت عکرمہؓ نے ایک مسلمان کو شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپ متبسّم ہو گئے۔ صحابہؓ نے متعجب ہو کر عرض کیا" یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ کے تبسّم کا کیا سبب ہے"

فرمایا" میں نے (عالم غیب میں) دیکھا ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے جنّت کو جا رہے ہیں"[1]

دوست سے ملاقات :

ایک مرتبہ حضرت براءؓ بن عازب انصاری کے ایک شاگرد ان کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو اس قدر جلالت مرتبت کے باوجود انہوں نے خود آگے بڑھ کر اپنے شاگرد رشید کو سلام کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر خوب ہنسے پھر ان سے فرمایا" جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا" انہوں نے عرض کیا آپ ہی فرمائیے۔

فرمایا" میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے

---

[1] : رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۳۴۶

[2] : رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۵۱۳

Marfat.com

دیکھا تھا اس موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جب دو مسلمان اس طرح ملیں اور ان کی کوئی ذاتی غرض ایک دوسرے سے وابستہ نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ دونوں کو بخش دیتا ہے۔"

مہمان نوازی :

سیّد الخزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب جان نثار تھے۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے آپ کا معمول تھا۔ کہ اجازت کے بغیر کسی کے مکان میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت سعدؓ کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا "السلام علیکم ورحمتہ اللہ"

حضرت سعدؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب اتنی دبی زبان میں دیا کہ آپؐ کے سمع مبارک تک نہ پہنچا۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا "السلام علیکم ورحمتہ اللہ" حضرت سعدؓ نے پھر بہت آہستہ سے آپؐ کے سلام کا جواب دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا "السلام علیکم ورحمتہ اللہ" اب کی بار بھی آپؐ کے سلام کے جواب میں حضرت سعدؓ نے اپنی آواز بہت پست رکھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ سعدؓ مجھ کو اجازت دینے میں متامل ہیں چنانچہ آپ واپس ہو چلے۔ اب حضرت سعدؓ فوراً باہر آئے اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ میں آپؐ کا سلام سن رہا تھا اور آپؐ کے سلام کا جواب اس لیے آہستہ دے رہا تھا۔ کہ آپؐ ہم پر کثرت سے سلام کریں۔"

Marfat.com

حضرت سعدؓ کی بات سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متبسّمؐ ہو گئے اور ان کے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ حضرت سعدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کے انتظام کا حکم دیا۔ چنانچہ آپؐ نے غسل فرمایا اس کے بعد حضرت سعدؓ نے آپ کی خدمت میں موٹے کپڑے کی ایک چادر پیش کی۔ جو زعفران یا درس (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) میں رنگی ہوئی تھی۔ آپؐ نے اس کو اپنے جسم پر لپیٹا اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگی۔

"الٰہی اپنی رحمت اور مہربانی سعد پر نازل فرما"

اس کے بعد آپؐ نے کھانا کھایا اور پھر واپسی کا ارادہ فرمایا۔ حضرت سعدؓ نے اپنا گدھا منگایا۔ اور اس کی پشت پر چادر بچھوائی۔ ساتھ ہی اپنے بیٹے سے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ ـــ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے تو وہ آپؐ کے ساتھ چل پڑے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میرے ساتھ سوار ہو جاؤ ان کو پاس ادب مانع ہوا۔ اور آپؐ کے ساتھ بیٹھنے سے عذر کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوار ہو جاؤ یا واپس ہو جاؤ۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے کی جُرأت نہ کی۔ اور واپس چلے گئے حضرت سعدؓ بن عبادہ کے یہ سعادت مند فرزند جن کو سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر ادب اور احترام ملحوظ تھا ـــ حضرت قیسؓ بن سعدؓ تھے ـــ

لہ: رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۵۹۳ - ۵۹۴

Marfat.com

آپؐ کا مزاج مُبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں گو وقار سنجیدگی اور متانت کی فضا ہر وقت قائم رہتی۔ یہاں تک کہ خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب اور باتمکین ہو کر بیٹھتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ادنیٰ سے حرکت سے اڑ جائیں گے مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کی جھلک ان مُتبرّک صحبتوں کو خوشگوار بناتی رہتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک طرف نبی مُرسل کی حیثیت سے احترام رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہتے۔ تو آپؐ دوسری طرف صحابہ کے ساتھ ایک بے تکلف دوست اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے میل جول رکھتے۔ اگرچہ زیادہ اوقات میں آپؐ کی مجلس ایک دینی درسگاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تو کچھ دیر کے لیے خوش طبع مہذّب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی۔ جس میں ظرافت کی باتیں ہوتیں۔ گھر بار کے روزانہ کے قصّے بھی بیان ہوتے غرض بے تکلّفی سے آپؐ صحابہ سے اور صحابہ آپس میں گفتگو کرتے اب دیکھنا یہ ہے کہ آپؐ کی ظرافت کس طرح کی تھی۔ اس تشریح کی یُوں ضرورت ہے کہ بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریات بدل چکے ہیں تخیّل کہاں سے کہاں چلا گیا ہے ہر معاملہ میں اعتدال کھو بیٹھے ہیں اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے بنتے ہیں کہ خوش طبعی اور ظرافت ہم سے کوسوں دور رہتی ہے اور اگر خوش طبع بنتے ہیں تو اس قدر

Marfat.com

کہ تہذیب ہم سے کوسوں دُور بھاگتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہمیں ایک خاص معیار اپنے سامنے رکھنا ہے آپؐ کی ظرافت کی تعریف آپؐ ہی کی زبان مبارک سے سن لیجیے۔ صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے تعجّب سے پوچھا کہ آپؐ بھی مذاق کرتے ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں بے شک مگر میرا مزاح سراسر سچّائی اور حق ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہمارا آج کا مذاق وہ ہے کہ جس میں جھوٹ۔ غیبت۔ بہتان۔ طعن و تشنیع اور بیجا مبالغوں سے پورا پورا کام لیا گیا ہو۔"

(اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۴۰۔۱۴۱)

آپؐ نے فرمایا ہے

"تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکراتے ہوئے آنا بھی ایک کارِ خیر ہے۔"

پس آپؐ خود بھی ایسے بے تکلّفانہ انداز مزاح سے پیش آتے تھے کہ رفقاء کے دلوں میں آپؐ کی محبت رچ بس گئی تھی۔ آپؐ ہنسی دل لگی کی باتیں کرتے۔ اور مجلس میں شگفتگی کی فضا پیدا کر دیتے۔ مگر توازن اور اعتدال ہمیشہ ملحوظ رہتا مزاح کا رنگ آٹے میں نمک کی طرح ہلکا رہتا۔ اور اس میں نہ تو خلافِ حق کوئی بات شامل ہوتی ـــ نہ کسی کی دل آزاری کی جاتی۔ نہ ٹھٹھے لگا کر ہنسنا معمول تھا۔ بس غنچوں کا سا تبسّم ہوتا۔ جس میں زیادہ سے زیادہ دانتوں کے کیلے دکھائی دیتے حلق نظر نہ آتا۔ ایک بار تعجّب سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"یا رسول اللہ۔ آپؐ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا "ہاں مگر میں خلاف حق کوئی بات نہیں کہتا"۔ بعد کے لوگوں کو اس رنگ مزاح کا حال سن کر تعجّب ہوتا ہے کیونکہ ایک تو مذہب کے ساتھ تقشّف

Marfat.com

کا تصوّر ہمیشہ موجود رہا۔ اور خدا پرستوں اور متقیوں کی ہمیشہ رونی صورتیں اور خشک طبیعتیں لوگوں کے سامنے رہی ہیں دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادتِ ربّ، خشیّت، بھاری ذمہ داریوں اور تفکرات کا خیال کرتے ہوئے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا ہے۔ کہ اس نمونہ انسانیت نے ان مسکراہٹوں کے لیے زندگی کے نقشے میں) ایک جگہ پیدا کی چنانچہ ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ :۔

"رسول اللہ علیہ وسلم کے رفقاء بھی ہنسا کرتے تھے؟"

انہوں نے فرمایا ہاں ہنستے تھے۔۔ اور ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ ایمان تھا یعنی ہنسی دل لگی ایمان و تقویٰ کی نقیض نہیں ہے۔ تیروں کا نشانہ (بطور مشق) کرتے ہوئے دوڑتے تھے اور باہم دگر ہنستے تھے۔

(محسن انسانیت صفحہ ۱۱۷۔ ۱۱۸)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی فطری تقاضوں کو اخلاقی معیار کے ساتھ ہم آہنگ رکھنے کے لیے وقف رہتی تھی۔ آپؐ نے مزاح میں بھی متانت کا پہلو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور کبھی کھل کھلا کر یا قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے تھے۔ بلکہ آپؐ کی ہنسی ہمیشہ تبسّم تک محدود رہتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مزاح فرماتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔

"ہاں۔ لیکن ہر کہہ دمہ کے ساتھ نہیں۔ بلکہ مخاطب کے محل و مقام اور استعداد کے مطابق فرماتے تھے"۔

ذیل میں ہم چند مثالیں آپؐ کے خندہ۔ مزاح اور ظرافت کی پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین بھی ان سے لطف اٹھائیں اور یہ انداز اپنائیں۔

Marfat.com

ابو ترابؓ :

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا میں کسی بات پر شکر رنجی ہو گئی۔ حضرت علیؓ مسجد میں جا کر سو رہے۔ اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے اور یہ قصہ سُن کر مسجد میں گئے اور وہاں آپؐ نے حضرت علیؓ کو اٹھایا ــــ چونکہ وہ اس وقت فرش زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور کچھ مٹّی بھی جسم سے لگ گئی تھی۔ اس لیے آپؐ نے ان کو "ابو تراب" کا نام دے دیا ــــ اس دن سے یہ کنیت ایسی مقبول ہوئی کہ گویا اس کے سوا حضرت علیؓ کی اور کنیت[1] ہی نہ رہی۔

دشمنوں کی ایذا رسانی :

آپؐ اعدا کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کو بھی اسی شگفتہ مزاجی سے برداشت کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ دیکھو اللہ نے مجھے قریش کی گالیوں اور کوسنے سے کیسا بچایا ہے۔ وہ لوگ مجھے مذمّم (یعنی بُرا قابل مذمت) کہہ کر بد دعائیں دیتے ہیں حالانکہ میں محمّد (اچھا اور قابل تعریف) ہوں یعنی جب وہ مذمم کو کوستے ہیں تو جو مذمم ہوگا اس کو وہ کوسنا لگتا ہوگا۔ اور وہی ان گالیوں کا بُرا مانتا ہوگا۔ ہم مذمم ہیں ہی نہیں۔ ہم تو محمّد ہیں۔ یُوں اللہ ہم کو ان کی بد زبانیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اگر وہ ہم کو محمّد سمجھ لیں تو پھر بُرا ہی کیوں کہیں"۔

---

[1] : بخاری شریف صفحہ ۹۲۹

Marfat.com

ایک حدیث شریف :

فرمایا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ :۔

" افسوس ہے اس شخص پر جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں بناتا ہے "۔

اونٹنی کا گوشت :

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ دوستوں کی ایک جماعت بھی وہاں موجود تھی۔ رشد و ہدایت کے چشمہ سے فیض کی نہریں بہہ رہی تھیں اور حاضرین ہمہ تن گوش بنے ساکت و جامد دکھائی دیتے تھے۔ مسجد سے باہر چند صحابہ کرامؓ آپس میں محو گفتگو تھے اتنے میں ایک ناقہ ان کے پاس آکر رکی۔ سوار نے اترنے کے بعد اسے کھجور کے ایک درخت سے باندھ دیا اور صحابہ کرامؓ سے ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ آپؐ مسجد میں تشریف فرما ہیں مسافر مسجد میں داخل ہو گیا اور صحابہ کرامؓ باتوں میں مشغول ہو گئے۔

ان صحابہ کرامؓ میں انصار مدینہ کے ایک نہایت ہی زندہ دل جوان موجود تھے جنہیں لوگ نعیمانؓ کہہ کر پکارتے تھے۔ یہ عمرو انصاری کے فرزند تھے اور لوگ ان کی ظرافت و زندہ دلی سے واقف تھے۔ حضرت ربیعہؓ بن عثمان فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ نے ان سے کہا۔

" نعیمانؓ اس اونٹنی کا گوشت کھلاؤ، تم اسے ذبح کرکے اس کا گوشت

لہ : حیاۃ صحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۷۷

Marfat.com

تقسیم کر دو"

"مگر اس کی قیمت کون ادا کرے گا" نعیمان رضؓ نے پوچھا۔

صحابہ کچھ دیر تک خاموش رہے پھر ایک نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادا کر دیں گے کیونکہ آپ رحمت العالمین ہیں اور کسی کا دل توڑنا آپ کو گوارا نہیں۔"

نعیمان رضؓ نے صحابہؓ کی مدد سے اونٹنی کو ذبح کر کے گوشت سب میں تقسیم کر دیا اور اونٹنی کی باقیات کو وہیں چھوڑ کر خود فرار ہو گئے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس بابرکت سے باہر آ کر جب مسافر نے اپنی اونٹنی کی باقیات کو دیکھا تو بے اختیار چلّا اٹھا۔

"محمدؐ کسی نے میری اونٹنی کو ذبح کر دیا ہے ہائے میں لٹ گیا"

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے اور اونٹنی کی باقیات کو دیکھ کر آپؐ نے وہاں موجود چند صحابہ سے دریافت فرمایا" اسے کس نے ذبح کیا ہے؟"

لوگوں نے کہا" یارسول اللہ اسے نعیمان بن عمرو انصاری نے ذبح کیا اور خود بھاگ گئے ہیں" ایک صحابی نے کہا" یارسول اللہ ہم نے انہیں آپؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی حضرت ضباعہ رضؓ کے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔

آپؐ صحابہ کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ حضرت ضباعہؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے مسافر آہ و زاری کرتا ہوا آپؐ کے ہمراہ تھا۔ جب آپؐ اس گھر میں داخل ہوئے تو ایک صحابی نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے (نعیمانؓ) کو نہیں دیکھا" لیکن ساتھ ہی انگلی کے اشارہ سے بتا دیا۔۔۔ کہ کھجور کی ان ٹہنیوں کے اندر

Marfat.com

سوکھے چھلکوں کے ڈھیر میں چھپا ہوا ہے۔ آپؐ وہاں تشریف لے گئے۔ اور کھجور کی ٹہنیوں کو ہٹا کر انہیں باہر نکالا۔ ان کا چہرہ گرد و غبار اور چھلکوں سے اٹ گیا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے ان کے چہرہ سے مٹی اور چھلکے صاف کر رہے تھے۔ اور لوگ کھڑے یہ دلفریب نظارہ دیکھ رہے تھے۔

آپؐ نے نعیمانؓ سے دریافت فرمایا۔

"تمہیں ایسا کرنے پر کس نے آمادہ کیا؟"

"ان ہی لوگوں نے یارسول اللہ علیہ وسلم جنہوں نے آپؐ کو میرا پتہ بتایا ہے" نعیمانؓ نے جواب دیا۔

"کیوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔

"یہ لوگ مجھے اونٹنی ذبح کر کے اس کا گوشت ان میں تقسیم کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمت العالمین ہیں کسی کا دل توڑنا انہیں گوارا نہیں ہے اس لیے اونٹنی کی قیمت وہ خود اپنے پاس سے ادا کر دیں گے" سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر بے اختیار خندہ فرمایا اور اونٹنی کی قیمت اپنے پاس سے مسافر کو ادا کر دی۔

سبحان اللہ رحمت العالمین کے فیض عام کے صدقے میں لوگوں نے حسب منشا گوشت کھایا۔ نعیمان کی اس جسارت پر آپؐ نے خندہ فرمایا۔ اور اونٹنی کے مالک کو معاوضہ ادا کر کے اس کی پریشانی کو دور فرمایا۔

آخر ایسا کیوں نہ ہوتا۔ یہ آپؐ کی خاندانی روایت بھی تھی۔ آپؐ کے پردادا جناب ہاشم نے ایک شدید قحط کے دوران شام سے روٹیاں منگوائیں ان کے ٹکڑے کیے اور شراب میں بھگو کر لوگوں کو کھلائے۔ لوگ پیٹ بھر کر

کھاتے تھے اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوتے تھے —

میں تو ناکارہ ہوں :

زاہرؓ یا زہیرؓ نامی ایک بدوی تھے۔ ان سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے تکلفی تھی۔ آپؐ اپنے اس بدوی دوست کو شہر سے متعلق کاموں میں امداد دیتے۔ اور وہ دیہات سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کرلاتا۔ نیز مخلصانہ جذبے سے ہدیئے دیتا۔ (جن کی قیمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم با اصرار ادا فرماتے) چنانچہ فرماتے کہ زاہرؓ دیہات میں ہمارا گماشتہ ہے۔ اور ہم شہر میں اس کے گماشتہ ہیں یہی زاہرؓ ایک دن بازار میں اپنا کچھ سودا بیچ رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے جاکر چپکے سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور پوچھا "بتاؤ میں کون ہوں؟" وہ پہلے تو کچھ نہ سمجھے پھر جب معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو فرط اشتیاق سے آپؐ کے سینے سے اپنے کندھے ملتے رہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً[1] فرمایا کہ کون اس غلام کو خریدتا ہے زاہرؓ کہنے لگے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ جیسے ناکارہ غلام کو جو خریدے گا۔ گھاٹے میں رہے گا" فرمایا "خدا کی نگاہ میں تم ناکارہ نہیں ہو۔"

جنّت میں کھیتی :

جنّت کے حالات بتاتے ہوئے ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ سے کسی شخص نے خواہش کی کہ جنّت میں کھیتی کروں گا لیکن چاہتا ہوں کہ ادھر بوؤں ادھر کاٹ لوں" چنانچہ دانہ ڈالتے ہی فصل تیار ہوگئی۔

---

[1] : محسن انسانیت صفحہ ۱۱۷ - ۱۱۸

Marfat.com

اس مجلس میں اتفاق سے ایک بدّو بھی موجود تھا وہ بولا
"یارسول اللہ یہ نعمت تو صرف مکہ والوں کے حصّے میں آئے گی۔ کیونکہ مکّہ اور مدینہ والے ہی اہلِ زراعت ہیں ہم تو زراعت نہیں جانتے"، یہ سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔[1]

بوڑھی عورت اور جنّت:

ایک بار ایک بوڑھی عورت نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا
"یارسول اللہ میرے لیے دُعا کیجیے کہ اللہ مجھے جنّت عطا فرمائے"
آپؐ نے مزاحاً[2] ارشاد فرمایا۔
"اے امّ فلاں ـــ جنّت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی" وہ مایوس ہوکر روتی ہوئی واپس جانے لگی تو آپؐ نے حاضرین سے فرمایا" اسے کہو خدا تعالیٰ اسے اس بڑھاپے کے ساتھ جنّت میں داخل نہیں کرے گا بلکہ اس کا ارشاد ہے کہ
"اللہ تعالیٰ جنت میں جانے والیوں کو جوانی سے سرفراز کرے گا اور وہ جوان ہوکر جنّت میں داخل ہوں گی"
بڑھیا یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور دعائیں دیتی ہوئی لوٹ گئی۔

نابینا اور جنّت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کے درمیان جلوہ افروز تھے

---

[1] : نبی اکرمؐ کاشانہ نبوی میں صفحہ ۱۵۲
[2] " " " "

مختلف مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ ایک نابینا آپہنچا۔ اسے بیٹھنے کو جگہ دی گئی وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا؛ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میری بخشش ہو جائے گی؟

آپؐ نے فرمایا "بھائی کوئی اندھا جنت میں نہیں جائے گا"

شافع محشر کی زبان مبارک سے یہ ارشاد سن کر اندھا بے اختیار رونے لگا۔ اور "ہائے میری بدنصیبی" اس کی زبان سے نکل گیا۔

اس پر تمام حاضرین اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ فرمایا اور صحابہ میں سے کسی نے کہا "ارے نادان روتا کیوں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بالکل برحق فرمایا ہے کوئی اندھا ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اس روز تو سب کی آنکھیں روشن ہونگی۔

نابینا یہ بشارت سُن کر بہت مسرور ہوا۔[1]

میں ہی سب سے زیادہ غریب ہوں:

دربار رسالت میں ایک بار ایک صحابی حاضر ہوئے اور نہایت کرب کے عالم میں عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تباہ ہو گیا"

"کیوں اور کیسے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔

صحابی بولے "میں نے رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے"

فرمایا "ایک غلام آزاد کرو کفارہ ادا ہو جائے گا"

لہ؛ نبی اکرمؐ کا شانہ نبوی میں صفحہ ۱۵۳

عرض کیا " یا رسول اللہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ غلام کہاں سے لاؤں "
فرمایا " تو دو ماہ کے روزے رکھ لو "
عرض کیا " یا رسول اللہ یہ بھی ممکن نہیں "
فرمایا " اچھا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو "
عرض کیا " میں اس قدر غریب ہوں کہ اس کی بھی گنجائش نہیں رکھتا "

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ حسن اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے کھجوروں کا ایک ڈھیر پہنچا۔ رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا " تو یہ ڈھیر مسکینوں میں بانٹ دو " صحابی نے لجاتے ہوئے عرض کیا " اس اللہ کی قسم۔ جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اس وقت سارے مدینے میں مجھ سے بڑھ کر کوئی دوسرا مسکین نہیں ہے "

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ بات سن کر بے اختیار ہنس دیئے۔
اور فرمایا " اچھا تم ہی اپنے لیے لے جاؤ "
صحابی نے وہ کھجوریں سمیٹیں اور شکریہ ادا کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تکلم

بعض امور میں تصریح سے بات کرنا مناسب نہ سمجھتے تو کنایہ میں فرماتے مکروہ اور فحش اور غیر حیا دارانہ کلمات سے متنفر تھا۔ گفتگو میں بالعموم ایک

---

[1] : نبی اکرمؐ کا شانہ نبوی میں صفحہ ۱۵۳ - ۱۵۴

مسکراہٹ شامل رہتی تھی۔ عبداللہ بن حارث کا بیان ہے کہ "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا"

یہ مسکراہٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنجیدگی کو خشونت بننے سے بچاتی اور رفقاء کے لیے وجہ جاذبیت ہوتی۔

اسی طرح آپؐ کو سنجیدگی اور پاکیزگی کی حدود سے نکل کر فحش کے دائرے میں داخل ہونے والی گفتگو سخت ناپسند تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چمن زار تکلّم میں ہمیشہ تبسّم کی لمعانی دکھائی دیتی تھی۔ سب سے بڑھ کر خندہ روئی سے آپؐ کا چہرہ مبارک ہمیشہ آراستہ رہتا تھا باوجودیکہ ذمہ داریوں اور مشکلات و مصائب اور ہر آن کی پریشانیوں کے خارزار درپیش تھے۔

کبھی کبھی محبت آمیز بے تکلفی سے احباب کے ناموں کو مختصر کر کے بھی پکار لیتے تھے۔ جیسے یا ابوہریرہ کے بجائے "اباہر"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کبھی کبھار "عاش" کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک بار لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ہوتے ہیں تو کیا رنگ ہوتا ہے آپ نے فرمایا "سب سے زیادہ نرم خُو۔ متبسّم۔ خندہ جبین۔ اور اس نرمی کی شان یہ تھی کہ کبھی کسی خادم کو جھڑکا نہیں۔ حق تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے اہل و عیال کے لیے شفیق نہ تھا"

دلچسپ کہانی

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حجرۂ عائشہؓ میں امّ المومنین

Marfat.com

حضرت عائشہؓ کو مندرجہ ذیل کہانی سنائی جو گیارہ عورتوں کی کہانی یا ام ابوزرع کی کہانی کے نام سے عربی ادب کا ایک بہت پسندیدہ ٹکڑا ہے۔

کہانی اس طرح شروع ہوتی ہے کہ :۔

ایک جگہ گیارہ عورتیں جمع ہوئیں اور اپنے اپنے شوہروں کے اوصاف بیان کیئے۔

۱۔ ایک عورت ان میں سے بولی "کہ میرا خاوند ناکارہ دُبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے (گویا بالکل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی باقی نہیں رہی اور گوشت بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب نہیں ہوتا۔) اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو ــــ کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا سہل ہو۔ اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے دقّت اُٹھا کر اتارنے کی کوشش ہی کی جائے اور اس کو اختیار کیا ہی جائے۔"

(مطلب یہ ہے کہ وہ ایک بیکار ہستی ہے جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے اور پھر اس کے باوجود متکبر اور بدخو بھی اس درجہ کا ہے کہ اس تک رسائی بھی مشکل ہے نہ ملتے بن پڑتے۔ نہ چھوڑتے بن پڑے۔ وہ کسی مرض کی دوا نہیں ہے بیکار محض ہے۔ اور بدخلقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اس تک رسائی بھی مشکل ہی ہے)

۲۔ دوسری بولی "کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں؟ ــــ اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتی ــــ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے عیوب شروع کردوں۔ تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اور اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں"

Marfat.com

(مطلب یہ کہ میں اس کے عیوب کو گنواؤں تو کہاں تک گنواؤں سراپا عیب ہے کسی میں دو چار عیب ہوں تو گنوا بھی دے۔ اور جس میں عیوب ہی عیوب ہوں۔ کہاں تک گنوائے۔ کس کس کو جتائے۔ اتنی لمبی داستان ہے کہ سننے والے اکتا جائیں بعض شارحین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس نے معاہدہ کے خلاف اپنے خاوند کی بات کہنے سے انکار کر دیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب ہی کچھ کہہ دیا ہے کہ وہ مُجسّمۂ عیوب ہے اور اس کے عیوب شمار سے باہر ہیں)

۳۔ تیسری بولی کہ "میرا خاوند لمڈھینگ ہے یعنی بہت زیادہ لمبے قد کا ہے اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں۔ تو فوراً طلاق اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں"

(مطلب یہ ہے کہ اس کے زیادہ لمبے ہونے کو یا تو اس لیے ذکر کیا کہ مشہور قول کے مطابق یہ بے وقوفی کی علامت ہے اور اگلا کلام اس کی بے وقوفی کا بیان ہے یا اس لیے ذکر کیا کہ وہ بدصورت بھی ہے نیارہ کی طرح لمبا جو بلا تناسب موٹا ہے کی وجہ سے بدنما ہوتا ہے اور بد خلق بھی ہے اگر کوئی بات بھی زبان سے نکالوں۔ کوئی اپنی ضرورت ظاہر کروں۔ تو فوراً طلاق دے دے۔ اور چپ رہوں کوئی اپنی ضرورت اس پر ظاہر نہ کروں تو خود کسی بات کی پرواہ ہی نہیں ہے بس یونہی اُدھر میں لٹکی رہتی ہوں۔ نہ شوہر والیوں میں شمار۔ کہ شوہروں جیسی کوئی بات ہی نہیں اور نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں۔ بعض روایات میں اس عورت کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ میں ہر وقت ایسی رہتی ہوں۔ جیسے کوئی تیز تلوار کی دھار کے نیچے ہو کہ ہر وقت فکر سوار ہو نہ معلوم کب کام

Marfat.com

تمام ہو جائے۔)

۴۔ چوتھی نے کہا کہ "میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا اس سے نہ کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال"

(یعنی معتدل مزاج ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ بیزار رہتا ہے نہ اس کے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے نہ طبیعت اکتاتی ہے اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہرومہ بتایا جاتا ہے۔ تہامہ مکّہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح کو کہتے ہیں وہاں کی رات ہمیشہ معتدل رہتی ہے خواہ دن میں کتنی ہی گرمی ہو۔)

۵۔ پانچویں نے کہا "میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا"

(اس عورت کا نام کبشہ بتایا جاتا ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس نے اپنے خاوند کی مذّمت کی یا تعریف کی اس کے کلام سے دونوں باتیں نکلتی ہیں۔ لیکن ظاہراً تعریف ہی معلوم ہوتی ہے لیکن اگر اس کو مذّمت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آ کر چیتے کی طرح بن جاتا ہے نہ بات کا کہنا نہ کام سے غرض —— باہر جاتا ہے تو اچھا خاصا شریفانہ برتاؤ کرتا ہے۔ گھر میں کچھ مصیبت آجائے۔ اس سے کچھ مطلب نہیں۔ نہ پوچھنا نہ خبر لینا۔ اور اگر تعریف ہے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آ کر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے کسی بات میں نقص نہیں نکالتا۔ خفا نہیں ہوتا۔ ایسا بے خبر رہتا ہے جیسے کوئی سونے والا ہوتا ہے ہم جو چاہیں کھائیں پکائیں۔ وہ کسی چیز میں دخل نہیں دیتا نہ ہم سے ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا فلاں بات کیوں ہوئی باہر جاتا ہے تو شیروں کی طرح خوب ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہتا ہے گھر میں جو کھانے پینے وغیرہ

Marfat.com

کی اشیاء ہوں ان کا مطالبہ اور تحقیقات نہیں کرتا۔ کہ کہاں خرچ کی اور کیوں خرچ کی۔ جو چیز گھر میں آگئی گھر والے جس طرح چاہیں اس کو خرچ کریں)

۶۔ چھٹی بولی کہ "میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے اور میری طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا۔ جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے"

(اس کے کلام میں تعریف و مذمت دونوں ہیں لیکن جیسا کہ پانچویں کے کلام میں تعریف زیادہ ہے اس کے کلام میں مذمت زیادہ ہے اگر مدح ہے جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے کہیں میوہ جات ہیں کہیں پھل ہیں مختلف انواع کے کھانے ہیں اور جب پینے کا نمبر آتا ہے تو سب کچھ پیتا ہے کبھی دودھ پیتا ہے کبھی شربت پیتا ہے غرض سب کچھ پیتا ہے ہر قسم کی چیزیں اس کے دستر خوان پر ہوتی ہیں خرچ کرنے والا ہے بخیل اور کنجوس نہیں ہے کہ دال ہے تو گوشت نہیں ہے پانی ہے تو دودھ نہیں ہے جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے عیوب کی تلاش نہیں کرتا کوتاہیوں کو نہیں ڈھونڈتا اور اگر مذمت ہے جیسا کہ اکثر کی رائے میں تو مطلب یہ ہے کہ جب کھانے کا نمبر آئے تو جو کچھ سامنے ہے سب نمٹا دے۔ گھر والوں کو بچے یا نہ بچے۔ بھینس کی طرح ساری کونڈ ختم کر دے۔ پینے کا نمبر آئے تو سارا کنواں چڑھا جائے غیروں اور اجنبیوں کی طرح الگ اپنی چادر میں لپٹ کر سو جائے مجھ سے لپٹنا تو درکنار کبھی بدن کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ تاکہ میرے دکھ درد کی کوئی خبر لے یا میرے بدن کی گرمی سردی کا کچھ پتہ چلے۔)

Marfat.com

۷۔ ساتویں کہنے لگی۔ کہ "میرا خاوند ہر طرح سے عاجز۔ نامراد۔ اور اتنا بے وقوف ہے کہ بات بھی نہیں کر سکتا۔ دنیا میں جو کوئی بیماری کسی میں ہوگی۔ وہ اس میں موجود ہے اخلاق ایسا کہ میرا سر پھوڑ دے۔ یا بدن زخمی کردے۔ یا دونوں ہی کر گزرے۔"

۸۔ آٹھویں نے کہا "میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔"

(اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتایا جاتا ہے اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے ـــــ سخت اور بدخو نہیں۔ اس میں لذت جسمانی اور روحانی دونوں موجود ہیں کہ نازک بدن سے لپٹنے کو دل چاہے ـــــ یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام نہیں ـــــ اس کے ساتھ ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے۔ بعض روایات میں اس کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا ترجمہ ہے :۔

"میں اس پر غالب رہتی ہوں۔ اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے"

یعنی میرا غالب رہنا اس کے عاجز اور ناکارہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے اس لیے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے۔ بلکہ میری محبت یا اس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں۔)

۹۔ نویں نے کہا "میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز۔ اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے دراز قد ہے اس کا مکان مجلس اور دار المشورہ کے قریب ہے۔"

(اس عورت نے اپنے کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کا گھر اونچا ہے۔ اس سے اگر حقیقت میں بڑی عمارت مراد ہے تب تو

Marfat.com

اس کی ریاست اور مالدار ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ اونچا محل مالدار ہی تیار کرائے گا۔ اور اگر اونچے محل سے مراد مکان کا اونچائی پر ہونا ہے۔ جیسا کہ عرب کا دستور تھا۔ کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے۔ تاکہ پردیسی مسافر دُور سے دیکھ کر چلا آئے۔ تو اس صورت میں اس کے شریف۔ کریم اور سخی ہونے کی تعریف ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اونچے مکان سے مراد شرافت اور حسب و نسب کے اعتبار سے اونچائی مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے دوسری تعریف اس کی مہمان نوازی کی ہے گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے کثرت سے کھانا پکنے کو جو مہمان نوازی کے لیے لازم ہے۔

تیسری تعریف اس کے دراز قد کی ہے دراز قد ہونا بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ ہو۔ مردوں میں ممدوح شمار ہوتا ہے مجلس سے گھر کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجھ دار ہے ہر شخص اس سے مشورہ لینے کے لیے آتا ہے۔ اس لیے اس کا گھر ہر وقت دارالمشورہ رہتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ کرنے کے لیے آتا ہی رہتا ہے۔ اور یہی صحیح مطلب ہے کہ دارالمشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے تاکہ جمع ہونے والوں کے لیے تواضع وغیرہ میں یہ نہ کہنا پڑے کہ میرا گھر دُور ہے اس لیے گھر قریب رکھتا ہے تاکہ تواضع کے سامان میں دیر نہ لگے۔ اور اس کی وجہ سے عذر کرنے کی نوبت نہ آئے۔

۱۰۔ دسویں نے کہا کہ "میرا خاوند مالک ہے مالک کا کیا حال بیان کروں وہ ان سب سے جواب تک کسی نے تعریف کی ہے یا ان سب تعریفوں سے جو میں بیان کروں گی بہت زیادہ قابلِ تعریف ہے اس کے اونٹ

بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں۔ اور چراگاہ میں چرنے کم ہی جاتے ہیں وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آگیا"

(اس عورت کا نام کبشہ بنت مالک بتایا جاتا ہے۔ اس نے اپنے خاوند کی سخاوت کی تعریف کی ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ اونٹ اگر چراگاہ میں چرنے جائیں تو ضیافت اور مہمان کے وقت ان کے واپس آنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس کے یہاں ہر وقت مہمانداری رہتی ہے۔ اس لیے اس کے اونٹ چرنے نہیں جاتے۔ گھر ہی کھڑے کر کے چرائے جاتے ہیں تاکہ مہمانوں کے آنے پر فوراً ہی ذبح کر دیئے جائیں۔

باجے کی آواز کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے — کہ اس کی عادت ہے کہ جب کوئی مہمان وغیرہ آتا ہے تو اس کی مسرت میں باجے سے اس کا استقبال کرتا ہے۔ تو اس باجہ کی آواز سنتے ہی اونٹ سمجھ جاتے ہیں کہ اب ذبح کا وقت آگیا۔ کوئی مہمان آیا ہے۔ لیکن عرب کے دستور کے مطابق یہ مطلب زیادہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہمان کی دعوت کے وقت باجے اور گانے سے بھی اس کی تواضع کرتا ہے اور اونٹ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ان کے ذبح کا وقت آگیا ہے)

۱۱۔ گیارھویں عورت ام زرع نے کہا "میرا خاوند ابو زراع تھا ابو زرع کی کیا تعریف کروں۔ زیوروں سے میرے کان جھلا دیئے اور کھلا کھلا کر چربی سے میرے بازو پُر کر دیئے۔ مجھے ایسا خوش و خرم رکھتا تھا۔ کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپ کو بھلی کہنے لگی مجھے اس نے ایسے غریب گھرانے میں پایا تھا۔ جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گزر کرتے

تھے۔ اور وہاں سے ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا تھا۔ جن کے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان تھے (اس کی خوش خلقی کہ) میری کسی بات پر بھی مجھے بُرا نہیں کہتا تھا۔ میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا۔ کھانے پینے میں ایسی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی۔ اور خفا نہ ہوتا تھا۔ ابوزرع کی ماں میری خوش دامن بھلا اس کی کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے۔ اس کا مکان نہایت وسیع تھا۔ (یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے مطابق بخیل بھی نہیں تھی) اس لیے مکان کی وسعت سے مہمانوں کی کثرت مراد لی جاتی ہے) ابوزرع کا بیٹا۔ بھلا اس کا کیا کہنا۔ وہ بھی نورٌ علیٰ نور۔ ایسا پتلا دبلا چھریرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصّہ (یعنی پسلی وغیرہ) سُتی ہوئی ٹہنی یا سُتی ہوئی تلوار کی طرح باریک۔ بکری کے بچّے کا ایک دست اس کے پیٹ بھرنے کے لیے کافی ــــ (یعنی بہادر کہ سونے کے لیے لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی)۔

ابوزرع کی بیٹی۔ بھلا اس کی کیا بات۔ ماں کی تابعدار۔ باپ کی فرمانبردار۔ موٹی تازی سوکن کی جان تھی (یعنی سوکن کو اس کے کمالات سے ایک جلن پیدا ہو۔ عرب میں مرد کے لیے چھریرا ہونا اور عورت کے لیے موٹی ہونا ممدوح ہے)

ابوزرع کی باندی کا بھی کمال کیا بتاؤں ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہ کہتی تھی۔ کوئی چیز بھی بے اجازت خرچ نہ کرتی تھی۔ گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی۔ مکان ہمیشہ صاف شفاف رکھتی تھی۔ ہماری یہ حالت تھی کہ لطف سے دن گزر رہے تھے۔ کہ ایک دن صبح کے وقت جب کہ دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے۔ ابوزرع گھر سے نکلا۔ راستے میں

Marfat.com

ایک عورت پڑی ملی - جس کی چھاتی کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے (چیتے کے ساتھ تشبیہ کھیل کود میں ہے اور اناروں سے مراد حقیقتاً انار ہیں کہ ان کو لڑھکا کر کھیل رہے تھے) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کر لیا۔ طلاق اس لیے دی کہ سوکن کی وجہ سے اس کو رنج نہ ہو۔ اور اس کی وجہ سے مجھے طلاق دے دینے سے اس کے دل میں ابوزرع کی وقعت ہو جائے)

ایک روایت میں ہے کہ اس سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد وہ مجھے طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی۔ آخر مجھے طلاق دے دی۔ اس کے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کر لیا۔ جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ بکری گائے وغیرہ وغیرہ کے ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا۔ اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکے میں بھی جو چاہے بھیج دے ۔ لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں تب بھی ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہو سکتی۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنا کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔

اس حدیث کے بعد اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔

طبرانی کی روایت[1] میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر کہا کہ یا رسول اللہ

---

[1] : نبی اکرم ﷺ کا شانہ نبوی میں صفحہ ۹۲ تا ۱۰۱

Marfat.com

ابوزرع کی کیا حقیقت ہے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ میرے لیے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں۔

ابن سعدؒ کا بیان

ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بلند و بالا اور فربہ اندام تھیں کبھی کبھی اپنی باتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دیا کرتی تھیں۔ ایک بار آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

”میں نے گذشتہ شب آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے میرے ساتھ رکوع کی۔ حتیٰ کہ میں نے ناک سے ٹپکنے کے ڈر سے اپنی ناک پکڑ لی۔“

تبسّم اور خندہ کے مزید واقعات

تم کو کیسے بچا لیا:

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اتفاقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ترش ہو کر کچھ زور سے بول رہی تھیں کہ ان کے والد محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور یہ دیکھ کر غصّہ کے عالم میں حضرت عائشہؓ پر ہاتھ اُٹھانا چاہا۔ وہ جھٹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ میں آگئیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ”تم رسول اللہؐ کا ادب نہیں کرتی ہو“ اور غصّے کے عالم میں باہر چلے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا ”عائشہ۔ دیکھا میں

Marfat.com

نے تم کو اس شخص سے بچا لیا"۔ حضرت عائشہ رضؓ نے شرم سے گردن جھکا لی۔

اور پیالہ ٹوٹ گیا:

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہ رضؓ میں تشریف فرما تھے۔ کہ ام المومنین حضرت صفیہ رضؓ نے ـــــ جو بہت عمدہ کھانا پکاتی تھیں ـــــ کوئی اچھی پکی ہوئی چیز آپؐ کے لیے بھیجی۔ حضرت عائشہ رضؓ کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور انہوں نے یہ پیالہ زمین پر پٹک دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے پیالے کے ٹکڑوں کو چنتے تھے اور مسکراتے ہوئے فرماتے تھے "عائشہ تاوان ادا کرنا ہوگا"

گوشت کا قیمہ:

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خزیرہ (گوشت کا قیمہ تیار کر کے پانی میں پکاتے اور پھر اس پر آٹا چھڑکتے جو پکتا تھا) تیار کیا۔ حضرت سودہ رضؓ بھی موجود تھیں اور رسول خدا دونوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ بے تکلفی کی فضا تھی۔ میں نے سودہ رضؓ سے کہا "کھاؤ" انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے پھر اصرار کرتے ہوئے کہا "کھاؤ" انہوں نے پھر انکار کر دیا۔ میں نے کہا اس میں سے کچھ کھاؤ ورنہ میں اٹھا کر تمہارے منہ پر مل دوں گی۔ حضرت سودہ رضؓ نے بھی ہٹ دکھائی حضرت عائشہ رضؓ نے خزیرہ میں ہاتھ ڈالا۔ اور واقعی حضرت سودہ رضؓ کے چہرے پر لیپ دیا۔ اس بے تکلفی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب ہنسے[1] اور

---

[1]: نبی اکرمؐ۔ کاشانۂ نبوی میں صفحہ ۸۲-۸۳

حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ تم بھی اس کے منہ پر ملو — تاکہ حساب برابر ہوجائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ہنسے۔

آخری نظارہ :

مولانا شبلی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :-

جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی بظاہر طبیعت کو سکون تھا۔ حجرہ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا۔ آپؐ نے پردہ اٹھا کر دیکھا۔ تو لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے۔ دیکھ کر مسّرت سے ہنس پڑے۔ لوگوں نے آہٹ پا کر خیال کیا کہ آپؐ باہر مسجد میں آنا چاہتے ہیں فرطِ مسّرت سے تمام لوگ بے قابو ہوگئے اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں حضرت ابوبکرؓ نے جو امام تھے۔ چاہا کہ کسی طرح پیچھے ہٹ جائیں۔ آپؐ نے اشارے سے روکا۔ اور حجرہ شریف میں داخل ہو کر پردے ڈال دیئے یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہؓ نے جمالِ اقدس کی زیارت کی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں چہرہ مبارک معلوم ہوتا تھا — کہ مصحف کا کوئی ورق ہے یعنی سپید ہوگیا تھا۔

دجّال کی ضیافت :

ایک بار دربارِ رسالت میں دجّال کے خروج کی باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دجّال ظاہر ہوگا۔ تو دنیا شدید قحط کی لپیٹ میں ہوگی لیکن اس قحط میں دجّال لوگوں کی ضیافت کرے گا جس میں انواع و

اقسام کے کھانے ہوں گے "۔

صحابہ کرامؓ خوب غور سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی طرف متوجہ تھے۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

" اگر میں اس دور میں زندہ ہوا۔ تو میں پہلے اس کے کھانوں پر خوب ہاتھ پھیروں گا۔ (یعنی خوب پیٹ بھروں گا) اور پھر اس سے منحرف ہو جاؤں گا "

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسّم فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا۔

" اگر تم اس دور میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی نعمتوں سے بے نیاز کر دے گا "

کھجور کی گھٹلیاں :

ایک مجلس میں کھجوریں کھائی جا رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیارے دوست بڑے انہماک سے کھانے میں محو تھے۔ حضرت علیؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں کھاتے تھے اور گھٹلیاں حضرت علیؓ کے سامنے ڈالتے جاتے تھے ___ جب کھجوریں ختم ہو گئیں۔ تو آپؐ نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا " علی تم نے بہت کھجوریں کھائی ہیں ذرا گھٹلیوں کے ڈھیر کی طرف دیکھو "

حضرت علیؓ نے بڑی متانت سے جواب دیا " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو صرف کھجوریں ہی کھائی ہیں گھٹلیاں تو نہیں کھائیں " (گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹلیوں سمیت ہی کھجوریں کھائی ہیں)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بے اختیار مسکرا دیئے۔[۱]

---

۱ : محسن انسانیت صفحہ ۱۱۷

Marfat.com

مجھے تو بُت نے فائدہ دیا:

دربارِ رسالت میں ایک بار اپنے سفر کی روداد سناتے ہوئے ایک صحابی نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں مجھے میرے ایک بُت نے بہت فائدہ دیا" صحابہ کرامؓ ایک مومن کی زبان سے ایسی غیر متوقع بات سن کر سخت متعجب ہوئے اور حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر ایک صحابی نے حیرت سے پوچھا "بُت بھلا کیسے کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے؟"

"مگر مجھے تو میرے بُت نے خوب نفع پہنچایا" انہوں نے جواب دیا۔

"ہم تمہاری بات سمجھنے سے قاصر ہیں" ایک صحابی نے کہا۔

اس پر یہ صحابی بولے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں سفر پر روانہ ہوا تو زادِ راہ کے طور پر میرے پاس صرف ستّو تھے۔ میں نے دورانِ سفر ان ستّوؤں سے ایک بُت بنا لیا۔ اور بھوک لگنے پر زنبیل سے وہ کھانا نکال کر کھاتا رہا جو گھر سے خاص طور پر پکوا کے لایا تھا — جب یہ کھانا ختم ہو گیا۔ اور بھوک نے بے تاب کر دیا۔ تو میں نے اپنے ستّوؤں سے تیار کردہ بُت کو توڑا۔ اور مزے لے لے کر کھاتا رہا۔ اس طرح بھوک بھی مٹ گئی اور سفر بھی طے ہو گیا۔ یوں میرے بت نے مجھے نفع پہنچایا۔"

یہ سُن کر صحابہ کرام ہنسنے لگے اور انہیں ہنستے دیکھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے اختیار مسکرا دیئے[1] —

---

[1] : نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۲۷۱

Marfat.com

اُونٹ کا بچّہ:

ایک دن حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا (جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں گود کھلایا تھا اور جنہیں آپؐ امّی بعد امّی فرمایا کرتے تھے) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک اونٹ کی ضرورت ہے"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "اونٹ کا کیا کرو گی؟"

ام ایمن رضؓ بولیں "یا رسول اللہ آج کل ہمارے پاس سواری کا کوئی جانور نہیں ہے گدھا نہ اونٹ۔ کبھی دور کا سفر درپیش ہو تو بڑی دشواری پیش ہوتی ہے"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسّم ہو کر فرمایا "اچھا تو اونٹ کا ایک بچہ حاضر کیے دیتا ہوں"

ام ایمن رضؓ "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ اونٹ کے بچّے کو لے کر میں کیا کروں گی۔ مجھے تو اونٹ چاہیئے اونٹ"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "میں تو آپ کو اونٹ کا بچّہ ہی دوں گا"

ام ایمن رضؓ "اونٹ کا بچّہ بھلا کس کام؟ وہ میرا بوجھ بھی نہیں سہارے گا مجھے تو اونٹ عطا فرمایئے"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "آپ کو اونٹ کا بچّہ ہی ملے گا اور میں آپ کو اس پر سوار کراؤں گا"

یہ فرما کر آپ نے ایک خادم کو اشارہ فرمایا وہ تھوڑی دیر میں ایک فربہ جوان اونٹ لے آئے اور اس کی مہار حضرت ام ایمن رضؓ کے ہاتھ میں تھما دی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ ذرا دیکھیے تو سہی یہ اونٹ ہی کا بچّہ ہے یا کچھ اور؟

Marfat.com

اب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیف مزاح کی تہ تک پہنچیں اور بے اختیار ہنس دیں۔ حاضرین مجلس بھی شگفتہ ہو گئے اور وہ دعائیں دیتی ہوئی رخصت ہو گئیں ـــــ

انوکھا غلام :

حضرت امِ سلمٰی رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے تقریباً ایک سال قبل حضرت ابوبکرؓ تجارت کے لیے بصرہ گئے ان کے ہمراہ حضرت نعمانؓ (جنہیں نعیمان بھی کہتے ہیں) اور حضرت سویبط بھی تھے۔ ان میں سے حضرت نعمانؓ بہت ظریف الطبع تھے۔ دوران سفر ایک روز حضرت نعمانؓ نے حضرت سویبطؓ سے کھانا مانگا اس وقت حضرت ابوبکرؓ وہاں موجود نہ تھے۔ سویبطؓ نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کے آنے پر دوں گا۔ حضرت نعمانؓ نے کہا اچھا میں تمہیں دیکھ لوں گا۔

یہ قافلہ چلتا رہا۔ اور کچھ دیر کے بعد اس کا گزر ایک قبیلہ کے پاس سے ہوا۔ تو حضرت نعیمانؓ نے وہاں کے لوگوں سے کہا "بھائیو میرے پاس ایک غلام ہے۔ جسے میں فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم خریدنا چاہو تو لے لو ـــ یُوں تو اس میں سب خوبیاں ہیں مگر اس میں ایک بات ناپسندیدہ بھی ہے۔"

"وہ کون سی ہے" ایک آدمی نے پوچھا۔

نعیمانؓ نے کہا "وہ خود کو آزاد کہتا رہے گا۔ لیکن تم اسے چھوڑنا نہیں"

غلام کی قیمت کے متعلق تھوڑی سی ردّ و کد کے بعد دس اونٹوں پر معاملہ

لہ : حیاۃ صحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۷۶ - ۶۷۷

Marfat.com

طے ہوگیا۔ اور ان لوگوں نے نعمانؓ کے ساتھ آکر سویبطؓ کے گلے میں چادر ڈال دی۔ یہ بیچارے حیران رہ گئے۔ لیکن خریداروں نے جب گھسیٹا تو بے اختیار چیخنے لگے اور زور زور سے پکارے "میں آزاد ہوں۔ میں آزاد ہوں" مگر وہاں کون سنتا تھا۔ انہوں نے نہایت بے پروائی سے کہا "ہمیں تمہاری اس بات کا علم ہے" اس کھینچا تانی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپہنچے۔ اور جب انہیں اصل بات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے خریداروں کے اونٹ واپس کر کے سویبطؓ کی جان چھڑائی۔

جب یہ حضرات مدینہ منورہ آئے اور یہ قصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپؐ اسے سُن کر خوب مسکرائے۔

پسندیدہ اشعار:

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے اشعار اس قدر پسند تھے کہ آپؐ نے کئی موقعوں پر اپنی زبان مُبارک سے ان کے بعض اشعار دہرائے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ایک شعر پڑھتے ہوئے گارا اور مٹی اُٹھاتے تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ غزوۂ احزاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے پتھر توڑنے اور مٹی ہٹانے میں یہ نفس نفیس حصّہ لیتے تھے۔ اس وقت آپؐ عبداللہؓ بن رواحہ کے یہ اشعار باآواز بلند پڑھ رہے تھے۔

ترجمہ: "الٰہی تیری مدد نہ ہوتی۔ تو ہم کو ہدایت کہاں ملتی۔ نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے۔ اے اللہ۔ تو ہم پر اپنی تسکین نازل فرما اور لڑائی میں ہم کو ثابت قدم رکھ یہ دشمن ہم پر بلاوجہ ظلم سے چڑھ آئے ہیں۔"

Marfat.com

جب وہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اس کا انکار کردیں گے۔
ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مشرکین کی ہجو میں کچھ فی البدیہہ اشعار کہے تو آپ متبسّم ہو گئے۔ اور حضرت عبداللہؓ کو دُعا دی۔ کہ اللہ تم کو ثابت قدم رکھے۔

آؤ دوڑ لگائیں :

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ دوران سفر آپؐ نے مجھ سے فرمایا آؤ دوڑ لگائیں میں اس وقت دبلی پتلی تھی۔ اس لیے دوڑنے میں آپؐ سے آگے نکل گئی پھر ایک وقت آیا۔ جب میں فربہ ہو گئی تھی۔ تو ایک روز آپؐ نے فرمایا آؤ دوڑ لگائیں چنانچہ ہم دوڑے لیکن میں پیچھے رہ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ پھر آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔
"یہ اس دن کا بدلہ ہے"

میں اندر آجاؤں :

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے مذاق سے بھی محظوظ ہوا کرتے تھے انہوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ غزوہ تبوک کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالکل چھوٹے سے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ کہ میں نے آپؐ کو باہر سے

لہ : حیاۃ صحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۷۲ - ۶۷۳

سلام عرض کیا۔ تو آپؐ نے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا "اندر آجاؤ"
میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پورا ہی آجاؤں"
فرمایا "ہاں پورے ہی آجاؤ"
میں خیمے کے اندر داخل ہوا ــــ تو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے تھے۔[1]

ماموں کی بہن :

ایک دن ایک شخص سے مخاطب ہو کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"بتاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی"
وہ آدمی بہت سادہ دل تھا۔ گہری سوچ میں کھو گیا۔ اور کافی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا۔ آپؐ اسے یوں پریشان دیکھ کر مسکرا دیئے اور فرمایا۔
"ہوش کر کیا تجھے تیری ماں یاد نہیں رہی"[2]

عجیب دُعا :

ایک مرتبہ ایک اعرابی مدینہ منورہ میں آیا اور اونٹنی کا زانو باندھنے کے بعد مسجد نبوی میں جا کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا۔ اس نے اپنی اونٹنی کا زانو کھولا اس پر سوار ہوا۔ اور بلند آواز سے بولا۔
"اے ربّ ذوالجلال مجھ پر رحم فرما۔ اور سرور کائنات پر اور ہمارے

---

[1] : نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۲۷۱-۲۷۲
[2] : " " " " "

Marfat.com

سوا کسی اور کو اس میں شریک نہ کرنا"
یہ کلمات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔
"تم اس (دہقانی) اور اونٹ میں سے کسے زیادہ ناسمجھ کہو گے۔ تم نے سُنا اس نے کیا کہا ہے؟"
صحابہ کرامؓ بھی مسکرائے اور عرض کیا "جی ہاں سُنا"

آنکھوں کی سفیدی:

ایک دفعہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپؐ نے اس کے شوہر کی بابت فرمایا تو اس نے نام بتایا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا "وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔"
عورت خاموش رہی۔ اور جب اپنے گھر واپس پہنچی۔ تو اپنے شوہر کی آنکھوں کو بغور دیکھنے لگی۔ وہ بیچارہ حیران رہ گیا۔ اور فرط تعجب سے بولا "اے نیک بخت تجھے کیا ہو گیا ہے جو تو دیوانوں کی طرح میری آنکھوں کو دیکھ رہی ہے"، عورت کچھ جھینپ گئی اور بولی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آپ کے متعلق دریافت فرمایا اور جب میں نے آپؐ کے سوال کا جواب دیا تو فرمایا
"وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔"
اپنی بیوی کی یہ بات سن کر وہ آدمی مسکرا دیا اور بولا "کیا میری آنکھوں میں سفیدی سیاہی سے زیادہ نہیں ہے؟"
اب بیوی کی سمجھ میں آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا

لطیف[۱] مزاح فرمایا تھا ـــــــ

لطیف مزاح :

آپؐ اپنے اصحاب کو اکثر مزاحاً مختلف القابات سے بھی نوازا کرتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مزاح کے طور پر فرمایا " یا ذوالاذنین (اے دو کانوں والے)

اس طرح حضرت عبدالرحمٰنؓ کو ابوہریرہ (بلّی کا باپ) فرمایا کیونکہ انہوں نے ایک بلّی پال رکھی تھی۔ یہ لقب اس قدر مشہور ہوا کہ لوگوں کو ان کا اصل نام تک یاد نہ رہا۔

بھوک کی شدّت :

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ " ایک دن میں بے حد بھوکا تھا میں نے شدت گرسنگی سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ اور راستے پر بیٹھا ہوا تھا جدھر سے لوگ آتے جاتے تھے۔ اتنے میں ابوبکرؓ وہاں سے گزرے میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی اور میرا مطلب یہ تھا۔ کہ شاید وہ مجھے اپنے ساتھ لیتے جائیں مگر وہ چلے گئے پھر عمرؓ گزرے ان سے بھی میں نے ایک آیت اس نیت سے پوچھی مگر وہ بھی چلے گئے پھر ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔ اور آپؐ نے میرے بُشرے سے میری حالت سمجھ لی۔ اور کہا " ابوہریرہ " میں نے کہا " بے شک یا رسول اللہ "

---

۱ : نقوش رسول نمبر جلد چہارم صفحہ ۲۶۹ - ۲۷۰

Marfat.com

آپ نے فرمایا "چلو" میں بھی آپؐ کے ہمراہ چلا۔ جب آپؐ مکان پر پہنچے تو آپ نے میرے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اجازت لے کر میں بھی اندر گیا۔ وہاں ایک برتن میں دودھ رکھا ہوا تھا۔ آپؐ نے گھروالوں سے دریافت کیا کہ یہ دودھ کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے آپؐ کے لیے بھیجا ہے آپ نے مجھ سے کہا "ابوہریرہ اہلِ صفّہ کو بلاؤ" اور اہلِ صفّہ وہ لوگ تھے جن کا گھر بار نہ تھا جب کوئی چیز خیرات یا صدقہ کے طور پر آپ کے پاس آتی تھی تو آپ وہ سب کی سب انہی لوگوں کو بھیج دیتے تھے۔ اور خود بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے مگر اس وقت مجھے ان لوگوں کا بلانا ناگوار گزرا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کا اہلِ صفّہ کی نسبت تو میں زیادہ مستحق ہوں۔ کہ اگر اس میں سے تھوڑا سا پی لوں۔ تو ذرا جان میں جان آ جائے مگر خیر قہر درویش بر جان درویش میں ان کو بلا لایا جب وہ لوگ آگئے تو آپ نے مجھے ان لوگوں کو دودھ پلانے کا حکم دیا ــــ مجھے اُمید نہ رہی کہ مجھے بھی اس میں سے کچھ ملے گا۔ مگر اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا پس میں نے پیالہ لے کر ان میں سے ایک ایک کو دودھ پلانا شروع کر دیا جب ایک آدمی سیر ہو کر پی لیتا۔ تو وہ پیالہ مجھے واپس کر دیتا تھا میں دوسرے کو دے دیتا تھا۔ یہاں تک میں نے اسی طرح سب کو دودھ پلایا اور میں آپؐ تک پہنچ گیا آپؐ نے پیالہ مجھ سے لے کر اسے اپنے ہاتھ پر رکھ لیا اور میری طرف دیکھ کر مُسکرائے[۱] اور فرمایا "ابوہریرہ اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں" میں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ" آپؐ نے فرمایا "بیٹھ جاؤ اور پیئو"

لہ: بخاری شریف صفحہ ۹۵۶

میں بیٹھ گیا اور پیالہ لے کر دودھ پینا شروع کر دیا پی چکا تو آپؐ نے فرمایا۔ "اور پیو" میں نے اور پیا۔ تو آپؐ نے فرمایا "اور پیو" یہاں تک کہ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ اب تو بالکل گنجائش نہیں رہی" آپؐ نے فرمایا "اچھا اب مجھے دے دو" میں نے پیالہ پیش کیا آپؐ نے اسے لیکر بسم اللہ کی اور خدا کا شکر ادا کیا اور پھر سب کا سب پس ماندہ دودھ نوش فرمایا۔

اونٹ واپس کر دو:

سفر کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد کے ساتھ رابطہ رکھتے اور بار بار لوگوں کے پاس جاتے تاکہ وہ خوش رہیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر وہ اپنے دوست حضرت جابرؓ کے پاس گئے جو اپنے بوڑھے اونٹ پر سوار جا رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پر اس طرح سنجیدگی طاری کر لی کہ کوئی دیکھنے والا یہ سمجھ سکتا تھا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مذاق فرما رہے ہیں پھر آپؐ نے جابرؓ سے پوچھا کیا تم اپنا اونٹ میرے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہو"

حضرت جابرؓ نے جواب دیا "ہاں، مگر اس شرط پر کہ میں اونٹ مدینہ واپس جاکر آپؐ کے سپرد کروں گا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا لو گے؟"

جابرؓ نے کہا "آپؐ ہی فرمایئے"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک درہم میں بیچو گے؟"

جابرؓ پکارے "اے اللہ کے نبی آپؐ مجھے لوٹنا چاہتے ہیں؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو چلو دو درہم لے لو"

جابرؓ "ہرگز نہیں"

Marfat.com

حضورؐ "تو تین چار پانچ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمت بڑھائی۔ اور بالآخر چالیس درہم تک پہنچ گئے اور حضرت جابرؓ رضا مند ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر ادھر کی چند باتیں کیں اور قافلے میں کسی اور شخص سے ملاقات کے لیے چلے گئے۔ مدینہ پہنچ کر جابرؓ نے اپنی زوجہ کو سارا واقعہ سنایا اور بتایا کہ کس طرح دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشگوار ملاقات ہوئی تھی وہ نیک بخت کچھ زیادہ ہی محتاط تھی اس نے حضرت جابرؓ سے اصرار کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو مذاق نہ تصوّر کریں بلکہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر لے جائیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اطلاع ملی۔ توؐ مسکرائے اور انہوں نے اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ جابرؓ کو چالیس درہم عطا کر دیئے جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ بھی بطور تحفہ حضرت جابرؓ کے حوالے کر دیا اس کے بعد یہ اونٹ کئی سال تک حضرت جابرؓ کے پاس رہا جب بھی انہیں اس واقعہ کی یاد آتی اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تحفے کو دیکھتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں کھو جاتے۔

مسرّت کے لمحات

الٰہی صاحب جمال کر دے:

ہجرت کے کچھ عرصہ بعد کا ذکر ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

لہ: نقوش رسول نمبر جلد دوم صفحہ ۶۵۹-۶۶۰

Marfat.com

اپنے دوستوں کے حلقہ میں رونق افروز تھے۔ اور دین و دنیا کی باتیں ہو رہی تھیں۔ دوران گفتگو آپؐ کو پیاس محسوس ہوئی۔ اور آپ نے حاضرین سے پانی طلب فرمایا آپ کا ارشاد سن کر ایک صحابی حضرت عمروؓ بن افطب انصاری اٹھے اور کہیں سے پانی کا ایک پیالہ لے آئے۔ لیکن جب آپؐ کی خدمت میں پیش کرنے لگے تو اتفاقاً ان کی نگاہ پانی میں پڑے ہوئے ایک بال پر جا پڑی۔ انہوں نے جلدی سے وہ بال نکال کر پھینک دیا۔ اور پھر پانی کا وہ پیالہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پیش کر دیا۔ آپؐ بہت خوش ہوئے اور ان کے سر اور چہرے پر دست مبارک پھیرتے ہوئے دُعا کی

"یا الٰہی اس کو صاحب جمال کر دے"

حاضرین نے بڑے رشک سے ان کی طرف دیکھا کیونکہ رحمتہ للعالمین کی دُعا تو ہر حال میں قبول ہو گی اور یہ صاحب حسین و جمیل رہیں گے۔

آپؐ کی دُعا کے طفیل حضرت عمروؓ کے چہرے پر بڑھاپے میں بھی جوانی جھلکتی تھی اور ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال بدستور سیاہ تھے ایک بھی سفید بال ان میں دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس لیے دیکھنے والے کو جوان نظر آتے تھے۔

پیشانی چوم لی:

ایک روز حضرت خزیمہؓ بن ثابت بن خطمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میں نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو چوم رہا ہوں ان کی یہ بات سن کر آپؐ متبسّم ہوئے اور فرمایا "تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو" اس پر انہوں نے آگے بڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کی جبین مبارک چوم لی۔

کچھ دو:

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا آپؐ نے فرمایا اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے تم میرے ساتھ آؤ اس موقع پر حضرت عمرؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپؐ کے پاس کچھ نہیں ہے تو آپؐ پر کیا ذمہ داری ہے آپؐ کے ساتھ اس وقت ایک صحابی اور بھی تھے (بعض روایات کے مطابق حضرت ابوبکرؓ تھے) انہوں نے کہا" یارسول اللہ آپؐ دیتے جائیں عرش والا آپؐ کو محتاج نہ کریگا" اس کی یہ بات سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم[1] مسکرا دیئے۔

قرأت کی شان:

ایک روز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ اقدس میں رونق افروز تھے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھیں۔ ان کی واپسی میں خلاف توقع غیر معمولی دیر ہو گئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مضطرب ہو گئے ابھی آپؐ اس بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ ام المومنین تشریف لے آئیں۔ آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا" عائشہؓ اتنی دیر کہاں لگائی" ام المومنین نے عرض کیا" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان میں واپس آرہی تھی۔ کہ راستے میں ایک قاری کی تلاوتِ قرآن کی

---

[1]: رسول رحمت صفحہ ۶۹۰

Marfat.com

آواز میرے کانوں میں پڑی۔ اس آواز میں کچھ ایسا سوز اور ایسی تاثیر تھی کہ میں اس میں محو ہو کر رہ گئی۔ اور زمین نے میرے قدم پکڑ لیے اسی سبب سے واپسی میں دیر ہو گئی" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا" اور تم نے اس قاری کو کس حال میں چھوڑا" ام المومنین نے عرض کیا" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آنے تک وہ تلاوت میں مشغول تھا"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور وفور اشتیاق میں اپنی روائے مبارک سنبھالتے ہوئے باہر تشریف لائے دیکھا تو فی الواقع اس قاری کے حسن قرآت سے لوگ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اور ان پر محویت اور استغراق کا عالم طاری تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے تمام کائنات ساکت ہو گئی ہے یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے انور فرط مسرت سے چمکنے لگا۔ اور زبان رسالت پر بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

(ترجمہ) ساری تعریف اس اللہ کے لیے جس نے میری امت میں تمہارے جیسے شخص کو پیدا کیا۔ یہ قاری حضرت ابو عبداللہ سالمؓ مولیٰ ابو حذیفہؓ تھے۔ؔ

ابھی جا رہا ہوں :

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا (یہ واقعہ حضرت انسؓ کے لڑکپن کا ہے) اور میرے جی میں تھا کہ جس کام کے لیے آپؐ نے مجھے کہا ہے میں اس کام کے لیے جاؤں گا۔ چنانچہ میں نکلا۔ یہاں تک

لہ : تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۲۱۷ - ۲۱۸

Marfat.com

کہ میرا گزر چند لڑکوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ میں وہاں رک گیا۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گدی پکڑلی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپؐ مسکرا رہے تھے آپؐ نے فرمایا اے انیس میں نے تمہیں جہاں کا حکم دیا تھا وہاں گیا تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابھی جارہا ہوں۔[1]

منافق کی نماز جنازہ:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے وفات پائی اور اس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے درخواست کی تو آپؐ وہاں تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا۔ میں اپنی جگہ سے ہٹا اور میت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو گیا۔ کیونکہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ آپؐ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ جس نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی بے حد کوشش کی تھی۔ اس لیے میں نے کہا، یارسول اللہ کیا آپؐ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے جس نے فلاں فلاں دن ایسا اور ایسا کہا تھا" اور اس دن کی دشمنی کی باتوں کو شمار کرانے لگا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ متبسم تھے۔ میں نے جب اس قسم کی بہت سی باتیں کیں تو آپؐ نے فرمایا"اے عمر پیچھے ہٹو۔ مجھے اللہ نے اختیار دیا ہے سو میں نے اختیار پر عمل کیا ہے کہ[2]

---

[1]: حیاۃ صحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۳۵

[2]: حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۴۳

Marfat.com

مجھ سے کہا گیا" آپ خواہ ان (منافقین) کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا (سورہ التوبہ رکوع ۱۰) "یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔" مجھے اگر علم ہو جائے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ اس کے لیے استغفار کروں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں اتنی بار استغفار کرتا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اس کے بعد اس کی نماز پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ چلے اور اس کی قبر پر ٹھہرے یہاں تک کہ اس کے دفن سے فارغ ہوئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اتنی جرأت کی تھی کہ مجھے بعد میں سخت تعجب ہوا پس خدا کی قسم تھوڑی دیر ہی گزری تھی۔ کہ یہ دو آئتیں نازل ہوئیں۔ (سورہ التوبہ رکوع ۱۱)

" اور ان میں سے کوئی مر جائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ (دفن کے لیے) اس کی قبر پر کھڑے ہو جیئے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر میں ہی مرے ہیں۔ اور ان کے اموال اور ان کی اولاد آپؐ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ چیزوں) کی وجہ سے دنیا میں (بھی) ان کو گرفتارِ عذاب رکھے اور ان کا دم حالت کفر میں ہی نکل جائے۔

اس کے بعد آپؐ نے اپنی وفات تک نہ کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھائی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

بڑھاپے میں جوانی کی آب و تاب:

Marfat.com

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ننھی حضرت زینبؓ بنت ابو سلمہؓ سے بڑی محبت تھی یہ آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہؓ کی بیٹی تھیں۔ اور آپؐ کی پروردہ تھیں وہ آپؐ کی بھتیجی بھی لگتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی غسل فرماتے ہوتے اور ننھی زینبؓ آہستہ آہستہ چلتے آپؐ کے قریب چلی جاتیں تو آپؐ پیار سے اُن کے مُنہ پر پانی چھڑکتے تھے۔ اہلِ سیر نے تواتر سے لکھا ہے کہ اس پانی کی برکت سے حضرت زینبؓ کے چہرے پر بڑھاپے میں بھی جوانی کی آب و تاب قائم رہی ——

الٰہی ہدایت فرما:

حضرت اسیمہ —— حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ —— اسلام کے سخت خلاف تھی ایک دن انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہے جنہیں سن کر حضرت ابو ہریرہؓ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ روتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"یا رسول اللہ۔ میری ماں کے لیے دُعا کیجیے کہ اللہ انہیں قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی "الٰہی ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت فرما"

حضرت ابو ہریرہؓ خوش خوش گھر واپس آئے تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں اور ماں غسل کر رہی ہیں غسل سے فارغ ہو کر کواڑ کھولے اور بولیں۔

"اے فرزند گواہ رہنا کہ میں اللہ اور اس کے سچے رسول پر صدق دل سے ایمان لاتی ہوں"

حضرت ابو ہریرہؓ فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے اور خوشی کے آنسو بہاتے

Marfat.com

ہوئے کا شانۂ نبوی پر حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ بشارت ہو کہ آپؐ کی دُعا قبول ہوئی اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ خبر سُن کر بہت مسرور ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔۔۔۔

سنہ سُنہ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمِّ خالدؓ بنت خالدؓ بن سعید پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔۔۔ ایک مرتبہ وہ اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت انہوں نے سُرخ کرتہ پہن رکھا تھا (یہ ان کے بچپن کا واقعہ ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر از راہِ خوش طبعی فرمایا "سنہ سنہ" بہت خوبصورت بہت خوبصورت حبشی زبان میں یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام خالدؓ کو خوش کرنے کے لیے فرمائے تھے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِّ خالدؓ کو بطورِ خاص بُلا کر ایک خوبصورت چادر عنایت فرمائی تھی اور اس وقت بھی انہیں خوش کرنے کے لیے یہی الفاظ کہے تھے۔

سچّی زبان والا:

خیر البشر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن چند صحابہ کرامؓ کے درمیان رونق افروز تھے کہ گہرے سانولے رنگ کے ایک کشیدہ قامت آدمی جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو چلے تھے۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایسے لہجے میں سلام کیا جس میں بے پناہ عقیدت

Marfat.com

اور محبت پائی جاتی تھی۔ انہیں دیکھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی اور لسانِ رسالت پر یہ الفاظ جاری ہو گئے۔[1]

ترجمہ: (آسمان کسی ایسے شخص پر سایہ فگن نہیں ہوا اور زمین نے کسی ایسے شخص کو کندھوں پر نہیں اٹھایا۔ جو ابوذر سے زیادہ سچی زبان رکھتا ہو)

یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے ــــ

سعادت مند خوبرو نوجوان:

رمضان المبارک ۱۰ھ ہجری میں ایک دن ایک وفد مدینہ منورہ میں اس شان سے وارد ہوا کہ اہل مدینہ اس کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وفد کے تمام اراکین نہایت عمدہ پوشاکوں میں ملبوس تھے۔ اور سب کے کندھوں پر بیش قیمت یمنی چادریں تھیں۔ ان کی قیادت ایک کشیدہ قامت وجیہہ جوان کر رہا تھا۔ جس کا شہابی رنگ اور انتہائی دلکش خدوخال اس بات کی غمازی کر رہے تھے۔ کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان کا فرد ہے یہ وفد بادگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کا سلیقہ اور قرینہ دیکھ کر بہت مسرور ہوئے ان کو اہلاً وسہلاً و مرحباً کیا اور قائدِ وفد کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھا دی پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے۔ تو اس کی عزّت کرو۔" اس کے بعد آپؐ نے جوانِ رعنا سے پوچھا "تمہارا کس غرض سے یہاں آنا ہوا"

---

[1]: تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۹۷

Marfat.com

عرض کیا "اسلام قبول کرنے کے لیے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر بشاشت پھیل گئی اور آپؐ نے فرمایا۔

"اچھا تو تم ان امور پر میری بیعت کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ نمازیں جو تم پر فرض کی گئی ہیں ان کی پابندی کرو مقررہ زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کرو۔ ہمیشہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور ہمدردی کرو کیونکہ جو کسی پر رحم نہیں کرتا ــــ اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ اپنے امیر کی اطاعت کرو خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو"

قائدِ وفد نے بلا تامّل عرض کیا ــــ؟ یارسول اللہ میں ان سب باتوں کا اقرار کرتا ہوں ــــ لائیے اپنا دست مبارک"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متبسّم ہو کر ان سے بیعت لی اور اس کے ساتھ ہی وفد کے دوسرے ارکان بھی کلمہ شہادت پڑھ کر پرستارانِ حق کے اس گروہ میں شامل ہو گئے جن کے بارے میں رضی اللہ عنہم ورضوعنہ فرمایا گیا ہے۔

یہ سعادت مند خوبرو نوجوان جس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک بچھائی حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی تھے۔[1]

پہرہ داری:

ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مدینہ میں منافقین کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ایسے حالات ہو گئے تھے کہ یہود اور قریش مکہ کے حملے کا خطرہ بڑھ گیا اور رات

---

[1]: تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۳۷۱ - ۳۷۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اُچٹ گئی۔ اتفاق سے اس وقت کوئی شخص پہرے پر موجود نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا کاش کوئی رجلِ صالح (نیک آدمی) آج پہرے پر ہوتا۔ اتنے میں تلواروں کی جھنکار سنائی دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ؟

جواب ملا۔ یا رسول اللہ میں سعدؓ بن ابی وقاص ہوں"

فرمایا "کس لیے آئے ہو"

عرض کیا "میرے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خوف پیدا ہوا اس لیے پہرہ دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں"

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر خوش ہو گئے۔ حضرت سعدؓ کے لیے دُعا کی اور پھر استراحت فرمائی۔

مُسرّت کی لمعانیاں

خیبر کی فتح :

ہجرت حبش کے بعد جب حضرت جعفر بن ابی طالب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منوّرہ پہنچے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ ان اصحاب کو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بغیر مدینہ میں ایک لمحہ بھی کاٹنا دشوار تھا۔ خواتین کو مدینہ میں چھوڑ کر سارے مرد سیدھے خیبر پہنچے۔ اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا۔ اور مسلمان فتح کی خوشی منا رہے تھے۔ اپنے غریب الوطن بھائیوں کو اپنے درمیان پا کر ان کی مُسرّت دوبالا ہو گئی۔ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ رحمتِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفرؓ کو دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوئے ان کی پیشانی چُومی اور فرمایا

"میں نہیں جانتا کہ مجھ کو خیبر کی فتح کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے آنے کی"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حبش سے آنے والے دوسرے اصحاب سے بھی معانقہ فرمایا۔ اور سب کو اہلاً و سہلاً و مرحبا کہا۔

بدوی سردار:

۱۳ بعد بعثت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر ہجرت میں جب الفمیم کے مقام پر پہنچے۔ تو ایک ذی وجاہت بدوی ستّر اسّی آدمیوں کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی وقار اور رعب دار شخصیت کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اپنے ساتھیوں کے سردار ہیں انہوں نے عرض کیا۔

"ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔ کہ آپ اپنے وطن سے نکل کر یثرب جا رہے ہیں۔ آپؐ کی قوم نے سارے عرب میں یہ خبر مشہور کر دی ہے اور آپؐ کو پکڑنے کے لیے گرانقدر انعام مقرّر کیا ہے لیکن اے صاحب قریش ہم آپؐ کی دعوت کا حال سن چکے ہیں اور ہمارے دل نے گواہی دی ہے کہ اللہ ایک ہے آپ اس کے سچّے رسول ہیں اور جس بات کی طرف آپؐ بلاتے ہیں وہ سراسر حق ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجّب سے بدوی سردار کی طرف دیکھا اور فرمایا

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تم لوگوں کو قبول حق کی توفیق دی"

بدوی سردار معاً آگے بڑھے۔ اور عرض کیا "یارسول اللہ لائیے اپنا ہاتھ۔ میں اور میرے ساتھی اس پر اسلام کی بیعت کرتے ہیں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سن کر بہت مسرور ہوئے بدوی سردار

اوران کے ساتھیوں سے بیعت لی اور پھران سب کو دُعائے خیر سے نوازا یہ حضرت بُریدہؓ بن الحُصیب اسلمی تھے۔

پسندیدہ اشعار:

حضرت ابو مریم عمروؓ بن مُرّہ کا شمار اپنے قبیلے کے عمائد میں ہوتا تھا اور لوگ ان کو بہت مانتے تھے۔ شعر گوئی کا نہایت پاکیزہ ذوق رکھتے تھے شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

(ترجمہ) "میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ حق ہے اور میں پتھروں کے معبودوں کو سب سے پہلے پس پشت ڈالنے والا ہوں میں نے پوری سرگرمی کے ساتھ آپؐ کی طرف ہجرت کی ہے (یا میں نے ہجرت کے ارادہ سے تہبند پنڈلیوں سے اوپر چڑھا لیا ہے) میں دشوار گذار راستوں سے آپؐ کی طرف چل رہا ہوں۔ تاکہ اس ذات گرامی کا شرف صحبت حاصل کروں تو بذات خود بھی اور خاندانی حیثیت سے بھی تمام لوگوں میں بہترین ہے زمین اور آسمان کے مالک کے رسولؐ کا جو تمام نیکیوں سے اعلیٰ و برتر ہے۔"

یہ اشعار سن کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور پر بشاشت[1] پھیل گئی اور آپؐ نے فرمایا "اے عمرو تمہیں مبارک ہو۔ (یا شاباش اے عمرو) حضرت عمروؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ مجھے اپنی قوم میں جا کر تبلیغ کرنے کی اجازت مرحمت فرمایئے شاید اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے ان پر احسان کرے جس طرح اس نے آپؐ کے طفیل مجھ پر احسان کیا۔"

---

[1]: رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۳۰۹

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں تم اپنی قوم کو ہدایت کی دعوت دے سکتے ہو۔"

قصیدہ بردہ :

غزوہ طائف (۸ھ ہجری) کے چند دن بعد کا ذکر ہے کہ ایک روز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اپنے کچھ جانثاروں کے حلقے میں رونق افروز تھے اور اپنے ارشادات عالیہ سے انہیں مستفیض فرما رہے تھے کہ اچانک مسجد کے دروازے کے پاس ایک سانڈنی آکر رکی۔ گٹھے ہوئے جسم کے ایک صاحب جنہوں نے سر سے منہ تک ڈھاٹا باندھ رکھا تھا۔ سانڈنی سے نیچے اترے۔ اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بیٹھ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے تو ان صاحب نے بڑی لجاجت سے عرض کیا "اے اللہ کے سچے رسول میں صدق دل سے اسلام قبول کرتا ہوں اپنا دست مبارک لائیے تا کہ بیعت کا شرف حاصل کروں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بڑھا دیا۔ جب وہ صاحب بیعت کر چکے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا "تم کون ہو" نووارد نے اپنا نام بتایا۔ اور ساتھ ہی ڈھاٹا کھولتے ہوئے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ کیا مجھے امان ہے؟"

ان کا چہرہ دیکھتے ہی ایک انصاری تلوار لیے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے

"یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس دشمن خدا کا سر قلم کر دوں۔"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں ایسا نہ کرو یہ شخص تائب ہو کر آیا ہے اب اس کی سب خطائیں معاف ہیں۔"

Marfat.com

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک سن کر ان صاحب کا چہرہ فرطِ مسرت سے گلنار ہوگیا اور انہوں نے بارگاہ رسالت میں بڑے جوش وخروش سے ایک طویل قصیدہ پڑھنا شروع کیا جب خاص شعر پر پہنچے۔ تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بُردہ (چادر مبارک) اتار کر بطور انعام مرحمت فرمائی۔ یہ صاحب جن کے اشعار نے محبوب رب العالمین کو مسرور کیا اور جن کو سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک سے نوازا حضرت کعبؓ بن زہیر مزنی تھے۔

سفارشی تحریر:

علامہ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دشمن قبیلے کی طرف ایک مہم بھیجی۔ مجاہدین میں حضرت مسلمؓ بن حارث تمیمی بھی تھے۔ دشمن کو مسلمانوں کی فوج کشی کا علم ہوا تو وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اثنائے محاصرہ میں ایک دن محصورین نے بہت شوروغل مچایا۔ حضرت مُسلمؓ ان کے پاس گئے۔ اور نہایت محبت اور نرمی سے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ تمہارے بچنے کی یہی صورت ہے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر تمام اہل قلعہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ اس پر حضرت مسلمؓ کے بعض ساتھی جو مال غنیمت کے خواہاں تھے۔ ان پر ناراض ہوئے کہ تم نے ان لوگوں کو صاف چھوڑ دیا۔ مدینہ منورہ واپس پہنچ کر انہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تمام واقعہ عرض کیا۔ تو آپؐ بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت مسلمؓ کی بہت تحسین وتعریف فرمائی اور ساتھ ہی ان کو یہ بشارت دی۔ کہ تمہیں قلعہ کے ہر شخص کے بدلے میں اتنا اتنا اجر ملے گا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کشت وخون کو ناپسند فرماتے تھے۔ اس لیے

آپ حضرت مسلمؓ کے کام پر اتنے مسرور ہوئے کہ آئندہ آنے والے خلفاء اور آئمہ کے نام ایک سفارشی تحریر مرحمت فرمائی اس تحریر میں آپ نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا تھا۔ اور اس تحریر کے پڑھنے والے کو حضرت مسلمؓ سے حسن سلوک کی ہدایت فرمائی تھی۔

دعوت کا اہتمام:

غزوہ احد (شوال ۳ہجری) کے چند دن بعد کا ذکر ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے ایک مدنی جانثار سے فرمایا کہ آج میں تمہارے گھر آؤنگا۔ یہ صاحب رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر اس قدر خوش ہوئے کہ قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ دوڑے دوڑے گھر گئے اور نہایت اہتمام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا سامان کیا پھر اپنی اہلیہ سے کہا:

"دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانہ پر تشریف لا رہے ہیں تم اپنے کام سے کام رکھنا اور بات چیت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دینا۔"

تھوڑی دیر کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو صاحب خانہ اور ان کی اہلیہ خورشیدِ رسالت کو اپنے گھر میں دیکھ کر فرطِ مسرّت سے بے خود ہو گئے بستر پہلے ہی بچھا رکھا تھا اس پر تکیہ رکھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یارسول اللہ تھوڑی دیر تک آرام فرمایئے۔ اور خود اُن صاحب نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جلدی سے بکری کے اس بچّے کو ذبح کر کے پکا لو۔ ایسا نہ ہو کہ آپ جاگتے ہی مُنہ ہاتھ دھو کر روانہ ہو جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مُنہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے تو ان صاحب

Marfat.com

نے فوراً آپؐ کے سامنے دسترخوان بچھا دیا اور والہانہ ذوق و شوق سے اپنے آقا و مولا کی خدمت میں گوشت۔ خرما اور پانی پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسُرور ہوئے اور صاحب خانہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "شاید تم کو علم ہے کہ میں گوشت رغبت سے کھاتا ہوں"

انہوں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ"

کھانے سے فارغ ہو کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلنے لگے تو صاحب خانہ کی اہلیہ نے اندر سے پکار کر کہا "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے شوہر اور مجھ پر درود پڑھیئے"

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تامل صاحب خانہ اور ان کی اہلیہ پر درود پڑھا "اللہ تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے" اور پھر خوش خوش[1] تشریف لے گئے۔

یہ صاحب خانہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری تھے اور اس سعادت میں شریک ان کی اہلیہ حضرت سہیلہؓ بنت مسعود تھیں۔

لڑائی کا انداز:

غزوہ بدر کے دن جب علمبرداران حق اور پرستاران طاغوت ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوئے تو ہنگامۂ کارزار شروع ہونے سے پہلے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک انصاری جانثار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

"تم دشمن سے کس طرح لڑو گے"

---

[1] : رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۴۲۹ - ۴۳۰

انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ جب دشمن دو گز کے فاصلے پر ہو گا تو ہم اس پر تیر برسائیں گے۔ جب وہ آگے بڑھ کر نیزے کی زد میں آئے گا تو ہم نیزوں سے لڑیں گے۔ اور جب اس سے بھی آگے آئے گا تو ہم تلواروں سے اس کا مقابلہ کریں گے۔"

ان کا جواب سن کر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی اور آپؐ نے فرمایا "ہاں لڑنے کا یہی صحیح طریقہ ہے تم لوگ اس طرح لڑنا"۔ یہ صاحب رسول جن کے بتائے ہوئے طریق جنگ کی خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی سیّدنا حضرت عاصمؓ بن ثابت انصاری تھے۔

کھجوروں کا تحفہ:

ہجرت نبوی کے چند سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن ایک صاحب رسولؐ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور پر نظر ڈالی تو اسے (بھوک کی وجہ سے) متغیّر پایا — یہ خیال کر کے کہ معلوم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کب سے فاقہ ہے بے چین ہو گئے۔ لیکن خود بھی نادار آدمی تھے گھر میں کوئی چیز نہ تھی کہ لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے اور یہ بھی انہیں گوارا نہ تھا — کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے رہیں اس وقت کوئی چیز تلاش کرنے اُٹھے — راستے میں ایک یہودی ملا۔ جو اپنے اونٹ کو پانی پلانا چاہتا تھا۔ انہوں نے اسے پیش کش کی کہ وہ کنوئیں سے پانی کھینچ دیں گے اور فی ڈول اس سے ایک چھوہارہ لیں گے۔ اس نے منظور کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے کئی ڈول پانی کے نکالے جب کچھ چھوہارے جمع ہو گئے۔ تو دوڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہ چھوہارے کھا کر ان کے لیے

Marfat.com

دُعائے خیر کی یہ صاحب رسول جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عقیدت اور محبت تھی کہ باوجود اپنی ناداری اور عُسرت کے آپؐ کو بھُوکا دیکھنا گوارا نہ تھا۔ حضرت کعبؓ بن عجرہ تھے۔

الٰہی اسے صاحب جمال کر دے:

ہجرت نبوی کے بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ دین اور دنیا کی باتیں ہو رہی تھیں اور یُوں معلوم ہوتا تھا کہ اس مقدس مجلس پر نور کی بارش ہو رہی ہے دوران گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی۔ آپؐ نے صحابہ سے پانی طلب فرمایا۔ ایک خوبصورت صاحب رسول جو ذرا لنگڑا کر چلتے تھے لپک کر اٹھے اور ایک پیالے میں پانی بھر لائے یکایک انہوں نے دیکھا کہ پانی میں ایک بال پڑا ہے ـــ انہوں نے جلدی سے یہ بال نکال کر باہر پھینک دیا۔ اور صاف پانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش[1] ہوئے اور ان صاحب کے سر اور چہرے پر دست مبارک پھیر کر دُعا کی "الٰہی اس کو صاحب جمال کر دے"۔

محبوب رب ذوالجلال کی دُعا کا یہ اثر ہوا کہ بڑھاپے میں بھی ان صاحب کے چہرے پر جوانی کی آب و تاب تھی۔ اور سو سال تک کی عمر میں ان کے سر اور ڈاڑھی کے تمام بال سیاہ تھے۔

یہ خوش نصیب صاحب رسول حضرت عمروؓ بن اخطب انصاری تھے۔

لہ: رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ ۶۳۰

Marfat.com

آپؐ کا گریہ

قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے :۔

(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تنگ خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔ اور دین کے کام میں ان کو بھی شریکِ مشورہ رکھو۔ پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔

(آل عمران ۱۵۹)

آپ نے گذشتہ اوراق میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسم خندہ اور مسکراہٹوں کا ذکر پڑھ لیا ہے ہمیں کافی تحقیق کے بعد جو واقعات ملے ہیں انہیں ہم نے جمع کر دیا ہے لیکن یہ سارا مجموعہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی اور رحمت و شفقت کے چند ایسے واقعات بھی جمع کیے جائیں جن میں حضور اکرم پر گریہ طاری ہو جانے کی کیفیت کا تذکرہ ہو ۔

آپؐ کی سیرت مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ دلخراش مناظر کو دیکھ کر آپؐ پر رقّت طاری ہو جاتی تھی اور مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے لیکن رونے کی آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔ آپؐ بہت نرم مزاج تھے اور دوسروں کو دکھ میں دیکھ کر مضطرب ہو جاتے تھے ۔

Marfat.com

آپؐ روتے ہیں ؟

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی علالت شروع ہوئی تو آپؐ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو ساتھ لے کر عوالی مدینہ میں حضرت ابوسیفؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ جن کی اہلیہ حضرت ابراہیمؓ کی دایہ تھیں۔ آپؐ نے حضرت ابراہیمؓ کو اٹھا کر بوسہ لیا اور سونگھا جس وقت ان کی آخری سانس نکلنے لگی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ ___ آپ روتے ہیں ؟"

ارشاد ہوا "اے ابن عوف یہ رحمت ہے"

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنی بات کا اعادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا۔

"آنکھیں آنسو بہاتی ہیں دل غمگین ہے۔ لیکن ہم وہی کہیں گے۔ جو ہمارے ربّ کی مرضی ہو۔ اے ابراہیم ہم تیرے فراق میں بہت غمگین ہیں"

موتہ کے شہید :

جنگ موتہ کے میدان جنگ کو اللہ پاک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کے سامنے کر دیا جبکہ آپ مدینہ منوّرہ میں مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ___ (بعض روایات کے مطابق حضرت جبرائیل امین آپؐ کو لحظہ لحظہ کی خبریں پہنچا رہے تھے) صورت واقعہ کچھ بھی ہو۔ اس بات پر سب اہل سیر کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ

Marfat.com

بن رواحہ کی شہادت کی خبر مجاہدین موتہ کی واپسی سے بہت پہلے لوگوں کو سنا دی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اپنے محبوب جان نثاروں کی شہادت کی خبر لوگوں کو سنائی تو آپؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا ___ علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پہلے حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے محاسن بیان فرمائے اور پھر فرمایا۔

"اے اللہ زید کو بخش دے۔ اے اللہ جعفر کو بخش دے۔ اے اللہ عبداللہ بن رواحہ کو بخش دے"

علامہ ابن اثیر نے اُسدُ الغابہ میں لکھا ہے کہ اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے۔

"یہ میرے بھائی۔ میرے مونس۔ اور میرے جلیس تھے"

بیمار دوست:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ کئی جانثار بھی بارگاہ رسالت میں حاضر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہو رہے تھے۔ اتنے میں کسی نے آکر خبر دی۔ کہ آپؐ کے ایک مدنی جانثار سخت بیمار ہیں آپؐ یہ خبر سُن کر بے چین ہو گئے اور صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر عیادت کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ تو وہ فرط مُسرّت سے بے خود ہو جاتے تھے۔ اور آپ کے استقبال کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کر دیا کرتے تھے۔ لیکن آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کو لینے

Marfat.com

قدوم میمنت لزوم سے مشرّف فرمایا اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔ درد کی شدّت نے انہیں دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا تھا۔ ایسے بے ہوش تھے کہ دیکھنے والوں کو ان کے مردہ ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ کسی نے کہا فوت ہوگئے ہیں۔ کچھ بولے ابھی دم باقی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حالت دیکھ کر اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ آپؐ پر رقّت طاری ہوگئی۔ اور آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگیا۔ آپؐ کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ بھی رونے لگے تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دلاسا دیا۔ بیمار کے لیے صحت کی دعا فرمائی اور بادیدۂ نم تشریف لے گئے یہ علیل صاحب رسول جن کے ساتھ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا قلبی لگاؤ تھا۔ سیّدنا حضرت سعدؓ بن عبادہ ساعدی انصاری تھے۔

ہار:

رمضان المبارک ۲ھ میں حق اور باطل کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے میدان میں ہوا۔ اس میں مسلمان غالب رہے اور قریش مکّہ کے بہت سے آدمی مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے ان میں حضرت ابوالعاص بھی تھے۔ (آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینبؓ کے شوہر تھے اور ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) انہیں ایک انصاری حضرت عبداللہؓ بن جبیر نے اسیر کیا۔ اہل مکّہ نے جب یہ خبر سنی۔ تو قیدیوں کے قرابت داروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے عزیزوں کی رہائی کے لیے زر فدیہ بھیجا حضرت زینبؓ نے بھی مکّہ سے اپنے دیور عمرو بن ربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بھیجا یہ ہار حضرت زینبؓ کو ان کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے شادی کے وقت جہیز میں دیا تھا۔ جب سرور کائنات کی خدمت میں یہ ہار

Marfat.com

پیش کیا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ یاد آگئیں اور آپؐ آبدیدہ ہو گئے آپؐ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا "اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دو۔ یہ اس کی ماں کی نشانی ہے ابوالعاص کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکّہ جا کر حضرت زینبؓ کو فوراً مدینہ بھیج دیں" تمام صحابہ کرام نے ارشاد نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

پیاری بیٹی :

شہ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری اور بڑی بیٹی حضرت زینبؓ خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئیں۔ صحیح بخاری میں مشہور صحابیہ حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ میں بھی زینبؓ بنت رسول اللہؐ کے غسل میں شریک تھی۔ غسل کا طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تبلاتے جاتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا پہلے ہر عضو کو تین بار یا پانچ بار غسل دو اور اس کے بعد کافور لگاؤ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امّ عطیہؓ سے فرمایا۔

"اے امّ عطیہؓ میری بیٹی کو اچھی طرح کفن میں لپٹنا اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا۔ اور اسے بہترین خوشبوؤں سے معطّر کرنا" نماز جنازہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی اور حضرت ابوالعاصؓ نے قبر میں اُتارا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قبر میں اترے جس دن حضرت زینبؓ نے وفات پائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے حد مغموم تھے آپؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپؐ فرما رہے تھے۔

"زینبؓ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبّت میں ستائی گئی۔

Marfat.com

پیاری بیٹی :

سلمہ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہؓ کو چیچک نکلی۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ روانگی سے پہلے آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو حکم دیا کہ وہ رقیہؓ کی خبرگیری کے لیے مدینہ ہی میں ٹھہریں اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں جہاد میں شریک ہونے کا ثواب بھی دے گا۔ اور مال غنیمت میں سے بھی انہیں حصہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ حضرت رقیہؓ ہی کے پاس ٹھہرے ـــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بدر ہی میں تھے کہ حضرت رقیہؓ کی تکلیف بڑھ گئی اور انہوں نے اکیس سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ عین اس وقت جب قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر کی وفات کی اطلاع پا کر بہت مغموم ہوئے اور آپؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مدینہ واپس تشریف لا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا "عثمانؓ بن مظعون جا چکے اب تم بھی ان سے جا ملو" (مہاجرین میں حضرت عثمانؓ بن مظعون پہلے جمال تھے جنہوں نے مدینہ میں آ کر وفات پائی تھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عورتوں میں کہرام مچ گیا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں منع کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عمرؓ انہیں رونے دو دل اور آنکھ کے رونے میں کوئی حرج نہیں البتہ نوحہ و بین سے بچنا چاہیے"۔

Marfat.com

حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ بھی اپنی بہن کی قبر پر تشریف لائیں اور قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک کے کناروں سے ان کے آنسو پونچھتے تھے

پیاری بیٹی :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت امّ کلثوم رضؓ نے شعبان ۹ھ ہجری میں وفات پائی ۔ حضرت صفیہ رضؓ بنت عبدالمطلب ۔ حضرت ام عطیہؓ ۔ اور حضرت اسماء رضؓ بنت عمیس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق غسل دیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کے لیے اپنی چادر دی اور خود نماز جنازہ پڑھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابو طلحہ رضؓ حضرت اسامہ رضؓ بن زید رضؓ اور حضرت فضل بن عباس رضؓ قبر میں اترے اور سیّدہ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا ۔

حضرت انس رضؓ بن مالک سے روایت ہے کہ جس وقت سیّدہ امّ کلثوم رضؓ کو قبر میں اتارا گیا ۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے ۔ اور آپؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں تھے ۔

شفیق چچی :

ہجرت نبوی کے چار پانچ سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن رحمۃ للعالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اندوہناک خبر سن کر سخت ملول و محزون ہو گئے اور آپؐ کی مقدس آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا ۔ یہ ایک خاتون کی وفات کی خبر تھی ۔ آپؐ فوراً میّت والے گھر تشریف لے گئے اور ابدی نیند سونے والی

خاتون کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا۔

"اے میری ماں۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ آپ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں آپ خود بھوکی رہتی تھیں مگر مجھے کھلاتی تھیں آپ کو لباس کی خود ضرورت ہوتی تھی لیکن آپ مجھے پہناتی تھیں"

اس کے بعد آپؐ نے غمزدہ اہلِ خانہ کو اپنی قمیض مبارک رحمت فرمائی اور ہدایت کی کہ انہیں میری قمیص کا کفن پہناؤ۔

پھر آپؐ نے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری کو حکم دیا کہ جنت البقیع میں جا کر قبر کھودیں۔ جب وہ قبر کا اوپر کا حصّہ کھود چکے تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم خود نیچے اترے اور اپنے دست مبارک سے لحد کھودی اور خود ہی اس میں سے مٹّی نکالی۔ جب یہ کام پورا ہو گیا۔ تو ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم لحد کے اندر لیٹ گئے اور دُعا مانگی۔

"الٰہی میری ماں کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو وسیع کر دے۔"

یہ دُعا مانگ کر آپؐ قبر سے باہر نکلے۔ تو شدّت غم سے ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ اور رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔[1]

یہ خوش بخت خاتون سردار ابو طالب کی بیوی۔ حضرت علیؓ کی والدہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی حضرت فاطمہؓ بنت اسد تھیں۔

مظلوم خاتون:

مکّہ معظمہ میں ظلم وستم کے دور کے دوران ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1]: تذکار صحابیات صفحہ ۱۴۰

Marfat.com

بنو مخزوم کے محلّے سے گزرے تو آپؐ نے دیکھا کہ کفار قریش نے ایک ضعیف العمر خاتون کو لوہے کی ذرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹا رکھا ہے اور پاس کھڑے ہو کر قہقہے لگا رہے ہیں ساتھ ہی اس خاتون سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں "محمدؐ کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھ" مظلوم خاتون کی بے بسی دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنّت میں ہے"۔[1]

راہ حق میں ظلم سہنے والی یہ خاتون جن کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین فرمائی اور جنت کی بشارت دی حضرت سمیّہ بنت خباط تھیں۔

ایک صحرا نشین صحابیہ:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک پڑاؤ ملا۔ جہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "تم کون ہو" انہوں نے عرض کیا "ہم مسلمان ہیں" تھوڑی دُور بیٹھی ایک خاتون چُولہا سلگا رہی تھی۔ اور ان کا ننھّا بچہ قریب بیٹھا تھا۔ جب آگ خوب بھڑک اُٹھی تو وہ خاتون بچّے کو گود میں لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی

"یا رسول اللہ۔ ایک ماں کو اپنے بچّے سے جس قدر محبت ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں بے شک ہے"

انہوں نے کہا "کوئی ماں تو اپنے بچّے کو آگ میں ڈالنا گوارا نہیں کرتی"

---

[1]: تذکار صحابیات صفحہ ۱۷۳

Marfat.com

(ان کی مراد یہ تھی کہ اگر کوئی ماں اپنے بچّوں کو آگ میں نہیں ڈال سکتی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نارِ جہنّم کے حوالے کیسے کرے گا)

خاتون کی یہ بات سُن کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے پھر سر اُٹھا کر فرمایا "اللہ صرف اس بندہ کو عذاب دے گا جو سرکش اور باغی ہے اور اس کو ایک نہیں کہتا"

نضر بن حارث کی بیٹی :

مشہور دشمن اسلام نضر بن حارث کی بیٹی کا نام قتیلہ عبدریہؓ تھا نضر قبیلہ بنو عبدالدار سے تھا اور مشرکین مکّہ کے سرغنوں میں سے ایک تھا حضرت قتیلہؓ کو اللہ تعالیٰ نے قبول اسلام کی توفیق دی۔ اور وُہ شرف صحابیت سے بہرہ ور ہوئیں۔ ان کو شعر و شاعری میں بھی درک تھا۔ غزوۂ بدر کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نضر بن حارث کو قتل کر دیا۔ جب قتیلہؓ کو باپ کے قتل کا علم ہوا تو انہوں نے ایک دلگداز مرثیہ باپ کے غم میں لکھا۔ جب یہ مرثیہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا گیا۔ تو آپؐ اتنا روئے کہ ریش مبارک بھیگ گئی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ اگر یہ اشعار اس سے پہلے میرے کانوں تک پہنچتے تو میں نضر کو قتل نہ کراتا۔

حلیمہؓ کی بیٹی :

جنگ حنین کے قیدیوں میں حلیمہ سعدیہؓ کی بیٹی شیمأؓ بھی تھیں جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئیں تو عرض کی

"یا رسول اللہ میں آپؐ کی رضاعی بہن ہوں۔"

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیماؓ دونوں نے بی بی حلیمہؓ کا دودھ پیا تھا) اس کے بعد انہوں نے ایک ایسا نشان دکھایا کہ ان کی بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی (بعض روایتوں میں ہے کہ بچپن میں ایک دن حضرت شیماؓ ننھے حضورؐ کو کھلا رہی تھیں کسی بات پر ناراض ہو کر ننھے حضورؐ نے شیماؓ کے کندھے یا پشت پر اس زور سے کاٹا کہ عمر بھر اس کا نشان رہ گیا غزوۂ حنین کے موقع پر شیماؓ نے یہی نشان حضورؐ کو دکھایا)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ اپنا عہد طفلی یاد کرکے آبدیدہ ہو گئے اور اپنی ردائے مبارک زمین پر بچھا کر شیماؓ کو نہایت عزت سے اس پر بٹھایا۔ پھر ان سے فرمایا "بہن اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت آرام سے رہو۔ اور اگر اپنے قبیلے میں واپس جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے۔"

حضرت شیماؓ نے واپس جانا ہی پسند کیا اور ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا۔

صدیق اکبرؓ:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی زمانے کا ذکر ہے کہ ایک دن حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے جانثاروں کے ہمراہ خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں بہت سے کفار قریش جمع تھے۔ صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ان لوگوں کے سامنے ایک دردمندانہ تقریر کی جس میں ان کو کفر وشرک پر لعنت بھیج کر قبول حق کی دعوت دی۔ مشرکین پر اس کا الٹا اثر ہوا۔ ابھی تقریر ختم نہیں ہوئی تھی کہ مشرکین نے چاروں طرف سے ہجوم کر کے مسلمانوں

Marfat.com

پر حملہ کر دیا اور انہیں مارنا شروع کر دیا۔ ان کا خاص نشانہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ عتبہ بن ربیعہ نے سخت غصّے کے عالم میں صدیق اکبرؓ کے چہرے پر اپنے سخت تلے والے جُوتے سے لگاتار کئی ضربیں لگائیں اور پھر ان کے پیٹ پر چڑھ کر کُودتا رہا۔ اس زدوکوب سے صدیق اکبر سخت زخمی ہو گئے۔ اور زخموں کی وجہ سے ان کا چہرہ پہچانا تک نہیں جاتا تھا۔ اس موقع پر اگرچہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے ــــ لیکن مشرکین نے آپؐ کو دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا۔ اس وقت ابوطالب اور خدیجتہ الکبریٰؓ دونوں زندہ تھے اس لیے ان کی وجاہت کام آ گئی اور مشرکین کو آپؐ پر ہاتھ اُٹھانے کی ہمّت نہ ہوئی ــــ ادھر حضرت ابوبکرؓ کے قبیلہ بنو تیم کے لوگوں کو اطلاع ملی کہ بعض لوگ حضرت ابوبکرؓ کو مارے ڈالتے ہیں تو وہ بھاگتے ہوئے مسجد الحرام میں پہنچے اور آپ کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑایا۔ اس وقت صدیق اکبرؓ بے ہوش تھے اور اس قدر زخمی تھے کہ ان کا جانبر ہونا مشکل نظر آتا تھا۔ بنو تیم ان کی حالت دیکھ کر غضب ناک ہو گئے اور للکار کر کہا کہ اگر ابوبکر فوت ہو گئے تو خدا کی قسم ہم انتقام لیں گے۔ اور عتبہ بن ربیعہ کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس کے بعد وہ ابوبکر صدیقؓ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر ان کے گھر گئے۔ اب صدیق اکبرؓ کے والد ابوقحافہ اور بنو تیم نے ان کو مسلسل پکارنا شروع کیا لیکن وہ کوئی جواب نہ دے سکتے تھے۔ عصر کے بعد کہیں ہوش میں آئے اور بات کرنے کے قابل ہوئے تو سب سے پہلے جو الفاظ ان کی زبان سے نکلے۔ وہ یہ تھے

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے"

یہ سن کر بنو تیم کے لوگ جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ برافروختہ ہو کر طعنے دینے لگے کہ تم اس حالت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال نہیں چھوڑتے۔

Marfat.com

پھر وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدہ ام الخیر سے یہ کہہ کر چل دیئے کہ تم خود ہی ان کی خبر گیری اور تیمارداری کرو۔ اگر یہ کچھ کھانا پینا چاہیں تو کھلا پلا دینا جب یہ لوگ چلے گئے تو اُمّ الخیر نے بڑے اصرار سے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کچھ کھائیں پیئیں۔ لیکن انہوں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اور برابر یہی پوچھتے رہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں ام الخیر ابو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں) ہر بار میں جواب دیتی رہیں کہ خدا کی قسم مجھے تمہارے ساتھی کی کچھ خبر نہیں۔ بالآخر حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے فرمایا کہ آپ ام جمیل کے پاس جایئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیجئے ام الخیر اسی وقت ام جمیل کے پاس پہنچیں اور کہا کہ ابوبکر سخت مجروح و نزار ہے اور اس نے تم سے محمدؐ بن عبداللہ کا حال دریافت کیا ہے ام جمیل نے انہیں کچھ نہ بتایا اور کہا اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے ساتھ ابوبکرؓ کے پاس چلوں۔ ام الخیر نے کہا ہاں چلو۔ ام جمیل صدیق اکبرؓ کے گھر پہنچیں تو ان کی حالت دیکھ کر بے قرار ہوگئیں اور بے اختیار ان کی زبان پر یہ الفاظ آگئے "خدا کی قسم جن لوگوں نے آپ سے یہ سلوک کیا ہے۔ وہ کافر اور فاسق ہیں۔ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ ضرور ان سے آپ کا بدلہ لے گا۔" پھر انہوں نے بھی حضرت ابوبکرؓ سے کچھ کھانے پینے کی التجا کی۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے یہی جواب دیا کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بتاؤ ام جمیل نے کہا۔

یہ آپ کی ماں سن لے گی۔

صدیق اکبرؓ نے فرمایا "تم ان سے کوئی خطرہ محسوس نہ کرو"

ام جمیل نے کہا بحمد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح وسالم ہیں آپ کچھ فکر نہ کریں"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پوچھا "اس وقت آپؐ کہاں ہیں"
ام جمیلؓ نے کہا "دار ارقم میں"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ لوں گا۔ نہ کچھ کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا۔

اس وقت لوگ حضرت ابو بکرؓ کی خبر گیری کے لیے آجا رہے تھے جب ان کی آمد و رفت ختم ہوئی تو ام جمیل اور ام الخیر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سہارا دیتی ہوئی نکلیں اور دار ارقم میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابو بکر صدیقؓ کو دیکھا تو آپؐ آبدیدہ ہو گئے اور جھک کر صدیق اکبرؓ کی پیشانی چوم لی۔ یہ دیکھ کر دوسرے مسلمانوں پر رقت طاری ہو گئی۔ دونوں خواتین جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سہارا دے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی تھیں۔ ان میں حضرت ام جمیلؓ تو پہلے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں میں شامل تھیں البتہ ام الخیر ابھی تک اسلام کی سعادت سے محروم تھیں۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ میری والدہ کے لیے ہدایت کی دعا فرمائیے آپؐ نے اسی وقت دعا کی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

لاڈلا شہزادہ:

حضرت مصعبؓ بن عمیر ہجرت حبش کے بعد اس حال میں مکہ واپس آئے کہ

لہ: تذکار صحابیات صفحہ ۲۱۳ تا 215

غریب الوطنی نے ان کی رعنائی اور خوش پوشی کو خواب و خیال بنا دیا تھا۔ اب بوسیدہ اور موٹے جھوٹے کپڑے جن میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان کے زیب بدن ہوتے تھے۔ جسم کی نرم و نازک کھال موٹی اور کھردری ہوگئی تھی۔ چہرہ سُت گیا تھا۔ اور رنگ خزاں زدہ پتوں کی طرح پیلا پڑ گیا تھا۔ لیکن اس مردِ حق آگاہ کی شان استقامت و عزیمت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا تھا۔ وہ اپنے آقا و مولا کی خدمت۔ اور زہد و فقر کی زندگی کو عیش و تنعّم کی ہزار زندگیوں پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت مصعبؓ ایک دن دربارِ رسالت میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ ان کے جسم پر کوئی ایسا کپڑا نہ تھا۔ جس میں پیوند نہ لگے ہوں اور پھر یہ کپڑے بھی سخت ہوئے اور کھردرے تھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس حالت میں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ ایک اور موقع پر وہ مجلس نبوی میں اس طرح حاضر ہوئے کہ ستر پوشی کے لیے معمولی کپڑا بھی میسّر نہ تھا۔ کھال کے ایک ٹکڑے کو جسم سے باندھ رکھا تھا۔ اور اس کھال میں بھی جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ یہ ایک کپکپا دینے والا منظر تھا کہ جو جسم کبھی ریشم کے سوا کسی لباس سے آشنا نہ تھا آج وہ ایک بوسیدہ کھال میں ملبوس تھا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم راہِ حق کے اس نرالے مسافر کو اس عجیب لباس میں دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔

"چند سال پہلے میں نے اس نوجوان کو دیکھا تھا۔ کہ سارے مکّہ میں اس سے بڑھ کر ناز و نعمت کا پروردہ۔ خوش رُو خوش پوشاک اور آسودہ حال کوئی نہیں تھا۔ لیکن آج اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبّت

لہ: تئیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۸۶

Marfat.com

پر اس نے اپنے تمام عیش و آرام کو قربان کر دیا ہے اور خشنات سے شغف نے اس کو دنیوی لذّات اور اسباب راحت سے بے نیاز کر دیا ہے۔"

پیارے دوست کی دائمی جدائی:

اواخر ۲ھ ہجری میں ایک دن کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ لوگو آج ابو اسائب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تو مدینہ منوّرہ کے اہلِ ایمان کو اس سانحہ کا بڑا صدمہ ہوا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو نم نہ ہو گئی ہو۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس المناک خبر سے بہت زیادہ متاثر اور ملول ہو گئے۔ جنازہ تیار ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام العلد انصاریہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ جہاں ابو اسائب نے وفات پائی تھی۔ اور پھر دیکھنے والوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ فخرِ جنّ و انس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ جھک کر میّت کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپؐ کی مبارک آنکھوں سے سیل اشک[1] رواں تھا۔ جس نے ابو اسائب کے رخساروں کو تر کر دیا پھر آپؐ نے فرمایا۔

"ابو اسائب میں تم سے جدا ہوتا ہوں تم دنیا سے اس طرح رخصت ہوئے کہ تمہارا دامن ذرہ برابر اس سے آلودہ نہ ہوتے پایا"

یہ فرماتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز گلوگیر ہو گئی اس موقعہ پر موجود دوسرے لوگ بھی سسکیاں بھر رہے تھے۔ اور اپنے بچھڑنے والے

---

[1]: تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۱۹۳

Marfat.com

ساتھی کے لیے دل کی گہرائیوں سے مغفرت کی دعائیں مانگ رہے تھے کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ ہم ابواسائب کو کہاں سپرد خاک کریں" اس وقت مدینہ میں مسلمانوں کا کوئی خاص قبرستان نہیں تھا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر تک سوچتے رہے اور پھر فرمایا "ان کی قبر مقام بقیع میں کھودو۔"

صحابہؓ تعمیل ارشاد کر چکے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے ساتھ بقیع تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھا کر تدفین کی نگرانی کے لیے لب گور کھڑے ہو گئے تدفین ہو چکی تو آپؐ نے قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب کر کے فرمایا۔

"آج سے میں بقیع کو مسلمانوں کا قبرستان قرار دیتا ہوں آئندہ جو مسلمان مدینہ میں سفر آخرت اختیار کرے گا یہیں دفن کیا جائے گا۔"

یہ ابواسائب جن کی موت نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سمیت سب اہل ایمان کو رُلا دیا۔ اور جنت البقیع کی خاک نے جن کو سب سے پہلے اپنی آغوش میں جگہ دی۔ حضرت عثمان بن مظعون تھے۔

رئیس الدوس:

ماہ ذی قعدہ ۵ھ کا ایک سوگوار دن تک جب چشم فلک نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں ایستادہ ایک خیمے کے اندر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور نورانی صورت دوہرے بدن دراز قد کے ایک صاحب آپؐ کے زانوئے اقدس پر سر رکھے ابدی نیند سو رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے سیل اشک رواں ہے اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آتے ہیں اور یہ دلخراش منظر دیکھ کر ان کی چیخ نکل جاتی ہے اس کے ساتھ ہی بے اختیار ان کے مُنہ

Marfat.com

سے نکلتا ہے " ہائے میری کمر ٹوٹ گئی "
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " ابوبکر ایسا نہ کہو "
ادھر حضرت عمر فاروق ؓ بھی موجود ہیں شدت گریہ سے ان کی آواز گلوگیر ہوگئی ہے اور وہ بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے ہیں دوسرے صحابہ کرام ؓ بھی شدت غم سے نڈھال ہیں ۔ اس ابدی نیند سونے والے کا جنازہ اس شان سے اٹھتا ہے کہ اللہ کے ہزاروں پاکباز بندے جن میں خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اس کو باری باری کندھا دے رہے ہیں —
ایک طرف سے آواز آتی ہے کہ نعش تو بے حد ہلکی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " ہاں جنازہ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے " ادھر گورستان بقیع میں ابوسعید خدری ؓ قبر کھود رہے ہیں اور فرما رہے ہیں " واللہ مجھے اس میں مشک کی خوشبو آرہی ہے "
تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لاتے ہیں تو دیکھنے والے یہ دیکھ کر مبہوت رہ جاتے ہیں کہ محسن انسانیت ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم حزن وملال کے پیکر بنے ہوئے ہیں ریش اقدس ہاتھ میں ہے اور آنکھوں سے مسلسل آنسو گر گر اسے تر کر رہے ہیں اور پھر جب لسان رسالت سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں کہ :۔

" مرنے والے موت پر عرش رحمٰن لرز اٹھا آسمانوں کے دروازے اس کی روح کے لیے کشادہ کر دیئے گئے اور ستّر ہزار فرشتے اس کے جنازے میں شریک ہوئے "

تو سفر آخرت پر روانہ ہونے والے ان صاحب رسول کے اعزّہ اور اہل قبیلہ کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے زخم پر تسکین بخش مرہم کا پھاہا رکھ دیا گیا ہے ۔

Marfat.com

لاریب مرنے والے پر قیامت صغریٰ وارد ہو چکی لیکن اس موقع پر انہیں جو لازوال شرف حاصل ہوا اس میں کوئی ان کا شریک وسہیم نہیں۔

یہ مرنے والے سید الدوس حضرت سعدؓ بن معاذ انصاری تھے۔

میزبان رسولؐ :

ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فاقہ کی حالت میں خانۂ اقدس سے باہر نکلے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مل گئے اتفاق سے وہ بھی اس دن فاقہ سے تھے۔ (یہ مدینہ منوّرہ کا ذکر ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو لے کر حضرت ابوایوبؓ کے گھر رونق افروز ہوئے اس وقت حضرت ابوایوبؓ اپنے کھجوروں کے باغ میں تھے۔ اور گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضرت ابوایوبؓ کی اہلیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلاً وسہلاً کہا آپؐ نے پوچھا ابوایوبؓ کہاں ہیں؟

حضرت ابوایوبؓ کا باغ مکان کے بالکل قریب تھا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن کر کھجوروں کا ایک گچھا توڑ کر دوڑتے ہوئے گھر آئے اور یہ گچھا مہمان عزیزؐ کی خدمت میں پیش کیا اس کے ساتھ ہی ایک بکری ذبح کی آدھے گوشت کا سالن پکوایا اور آدھے کے کباب بنوائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی پر کچھ گوشت رکھ کر فرمایا "اسے فاطمہؓ کو بھیج دو اس پر کئی دن کا فاقہ ہے"۔ حضرت ابوایوبؓ نے تعمیل ارشاد کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفقائے کرامؓ کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ یہ پُرتکلف کھانا کھاتے کھاتے آپؐ پر رقّت[1] طاری ہو گئی

---

[1] : تیس پروانے شمع رسالت کے صفحہ ۲۷۱ - ۲۷۲

Marfat.com

اور فرمایا۔

"حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے دنیاوی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا" (یعنی ان نعمتوں کا حق تم نے کیسے ادا کیا)

شہید اُحد:

قریش جب میدان اُحد سے واپس چلے گئے اور مسلمان اپنے شہداء کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مکہ کے جوانِ رعنا مصعبؓ چہرہ کے بل گرے ہوئے خاک و خون میں غلطاں ہیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت سے سخت صدمہ پہنچا۔ آپ اس پیکرِ علم و عمل کی لاش کے قریب کھڑے ہو گئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ترجمہ: "مومنین میں بعض ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ بعض ان میں سے اپنی مدت پوری کر چکے۔ اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا"

اس کے بعد آپؐ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔

"میں نے مکہ میں تمہارے جیسا حسین اور خوش لباس اور کوئی نہ دیکھا تھا لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال گرد آلود اور الجھے ہوئے ہیں اور تمہارے جسم پر صرف ایک چادر ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گے۔"

پھر آپؐ نے حضرت مصعبؓ کی تکفین کا حکم دیا۔ اس شہیدِ راہِ حق کی چادر اتنی چھوٹی تھی۔ کہ اس سے سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے

Marfat.com

جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر چادر سے ڈھانپ دو اور پاؤں کو اذخر گھاس سے چھپا کر اس شہیدِ راہِ حق کو سپردِ خاک کر دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے اس کی تعمیل کی۔

حبیب سے شوق :

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید کر دیئے گئے (وہ جنگ موتہ میں بحیثیت سالارِ لشکر شہید ہوئے تھے) تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے جب مجھے دیکھا تو آپؐ کی مبارک آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ جب میں دوسرے دن آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا "تجھے دیکھ کر آج وہی رنج ہوا جو کل تمہیں دیکھ کر ہوا تھا"۔

حضرت زیدؓ کی بیٹی (اپنے والد کی شہادت کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بلبلا کر رو پڑیں۔ تو آپؐ بھی رونے لگے[1]۔ اور یہاں تک روئے کہ آپؐ کی آواز نکل گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا؟ فرمایا

"یہ حبیبؐ کا اپنے حبیبؓ کے ساتھ شوق ہے"
(یعنی حضرت زیدؓ کی محبت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے)

گواہی دینے کے لیے حاضر کریں گے :

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے رسول اللہ

لہ : حیات الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۶۹۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے قرآن سناؤ"
میں نے عرض کیا" میں اور آپؐ کے سننے کے لیے قرآن پڑھوں حالانکہ قرآن آپؐ پر ہی نازل ہوا ہے"
آپؐ نے فرمایا" مجھے یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ میں اپنے غیر سے (یعنی دوسرے سے) قرآن سُنوں"
حضرت عبداللہؓ ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے سورہ النّسآء پڑھی جب میں اس آیت پر پہنچا۔
ترجمہ:" سو اس وقت کیا حال ہوگا۔ جب کہ ہم ہر اُمّت میں سے ایک ایک کو حاضر کریں گے۔ اور آپؐ کو بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر کریں گے"
تو آپؐ نے فرمایا "کافی ہے"
حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں جب میں نے آپؐ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو آپؐ کی دونوں مبارک آنکھوں سے آنسو[1] بہہ رہے تھے۔

اللہ پاک ان نفوس قدسیّہ
کے صدقے میں
ہم گناہگاروں کی مغفرت فرمائیں
آمین

---

[1] : حیات الصحابہ جلد ہفتم ۷۲۸ - ۷۲۹

نبی اکرم ﷺ کی مسکراہٹیں

علی اصغر چودھری